صداقتِ اِسلام

از

سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد

خلیفۃ المسیح الثانی

صداقتِ اسلام اور ذرائع ترقئ اسلام

(خطاب حضرت فضل عمر خلیفۃ المسیح الثانی۔ فرمودہ ۲۲ فروری بمقام بندے ماترم ہال امرتسر)

مذہب کی غرض میرا مضمون آج صداقتِ اسلام پر ہے کہ اسلام کی صداقت کے کیا ثبوت ہیں اور اس وقت اسلام سے تعلق رکھنے والوں کی ترقی کے کیا ذرائع ہیں۔

کسی مذہب کی صداقت پر غور کرنے سے پہلے یہ نہایت ضروری امر ہے کہ ہم دیکھیں کہ مذہب کی غرض کیا ہے؟ کیونکہ جب تک یہ معلوم نہ ہو ممکن ہے کسی مذہب کی صداقت پر بحث کرتے ہوئے کہیں کے کہیں نکل جائیں اور جس چیز کو صداقت کا ثبوت سمجھیں وہ اس سے کوئی تعلق ہی نہ رکھتی ہو مثلاً جب کوئی شخص مکان خریدنے کے لئے جائے تو اس کی یہ غرض نہیں کہ اچھے بیل بوٹے اسے نظر آئیں یا یہ نہیں ہوتی کہ مکان کے اندر کوئی خاص قسم کا حوض بنا ہؤا ہو۔ بلکہ اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ انسان اس کے اندر سردی و گرمی کی تکلیف سے بچ سکے، اپنے مال کی حفاظت کر سکے اور اس کے تعلقات خاندانی میں کوئی دوسرا مخل نہ ہو سکے۔ یہ مکان کی غرض ہوتی ہے اور مکان خریدنے کے وقت اسی کو دیکھا جائے گا۔ اگر یہ پوری ہو جائے تو خرید لیا جائے گا اور اگر یہ نہ پوری ہو گی تو ہم کبھی خریدنے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ کیا اگر چھت تو نہ پڑی ہو لیکن دیواروں پر بیل بوٹے بنے ہوں تو اس مکان کو لینے کے لئے ہم تیار ہو جائیں گے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ اس سے مکان کی غرض پوری نہیں ہوتی۔ اسی طرح جب ہم مذہب کی صداقت کے متعلق غور کرنے لگیں تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ اس بات کو سوچیں کہ مذہب کی غرض کیا ہے؟ تاکہ پھر یہ دیکھ سکیں کہ کون سا مذہب اس کو پورا کرتا ہے اور جو پورا کرے گا وہی مذہب سچا اور قابل قبول ہو گا۔ پس چونکہ جب تک مذہب کی غرض معلوم نہ ہو جائے اس وقت تک سچے مذہب کی شناخت نہیں ہو سکتی اس لئے صداقت مذہب پر بولنے سے قبل ہر لیکچرار کا فرض ہے کہ مذہب کی غرض

بیان کر دے تاکہ سامعین میں سے ہر ایک کو معلوم ہو سکے کہ لیکچرار کے نزدیک مذہب کی غرض کیا ہے؟ اور وہ دیکھ سکے کہ مذہب کی جو غرض وہ سمجھا ہوا تھا وہ صحیح نہیں۔ یا یہ کہ لیکچرار نے جو بتائی ہے وہ صحیح نہیں اور اس کے لیکچر کی بناء بنائے فاسد علی الفاسد ہوگی۔

پس آج میں مذہب کی صداقت کے دلائل بیان کرنے سے پہلے یہ بیان کروں گا کہ مذہب کی غرض کیا ہے؟ سو یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام جو عربی زبان میں نازل ہوا ہے اس میں مذہب کی غرض معلوم کرنا نہایت آسان ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عربی زبان کو خدا تعالیٰ نے یہ خصوصیت دی ہے کہ اس کے تمام الفاظ اپنے اندر معانی رکھتے ہیں۔ باقی دنیا کی کسی زبان کو یہ خصوصیت حاصل نہیں ہے۔ اور زبانوں میں مثلاً اُردو میں جس کے پیٹ سے بچہ پیدا ہوتا ہے اسے ماں اور جس کے نطفہ سے پیدا ہوتا ہے اسے باپ کہتے ہیں مگر ان الفاظ سے بچہ کے پیدا ہونے کے متعلق کوئی بات ظاہر نہیں ہوتی۔ اگر ماں کی بجائے لفظ "پانی" رکھ دیا جاتا تو وہ بھی ایسا ہی ہوتا جیسا کہ یہ ہے۔ مگر عربی میں ایسا نہیں ہے۔ اس میں جو نام رکھا جاتا ہے وہ خود بتاتا ہے کہ اس کا کیا کام اور اس کی کیا غرض ہے۔ عربی میں ماں کو اُمّ کہتے ہیں اور اسکے معنی جڑھ کے ہیں۔ جس طرح شاخیں جڑھ سے پیدا ہوتی ہیں اسی طرح بچہ ماں سے پیدا ہوتا ہے اور گویا بچہ ماں کی شاخ ہوتا ہے۔ اب اگر ماں کی بجائے "لاں" یا "شاں" رکھ دیا جاتا تو کوئی حرج نہ تھا۔ مگر "اُمّ" کے لفظ کی جگہ کوئی اور لفظ رکھنے سے وہ غرض نہ ظاہر ہوسکتی جو اس سے ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح "اُمّ" کے معنی ہیں وہ چیز جسکے پیچھے پیچھے چلیں اور چونکہ بچہ ماں کے پیچھے چلتا ہے اس لحاظ سے بھی "اُمّ" ماں کو کہتے ہیں کہ بچہ ہر دُکھ اور ہر تکلیف کے وقت اسی کی طرف راغب ہوتا ہے تو یہ معنی جو لفظ "اُمّ" میں پائے جاتے ہیں اور کسی لفظ میں نہیں پائے جاتے۔ یہی حال عربی کے تمام الفاظ کا ہے۔ پس اس زبان میں مذہب کے لئے جو لفظ رکھا گیا ہے اسی میں مذہب کی غرض بھی پائی جاتی ہے۔ مذہب کے معنی رستہ، سبیل، طریق، منہاج اور شریعت بھی ہیں۔ پس عربی زبان کے لحاظ سے وہ قواعد جو انسان کو اخلاقی طور پر نہ جسمانی طور پر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا دیں۔ ان کا نام مذہب ہے۔ اب رہا یہ کہ وہ قواعد کہاں پہنچاتے ہیں؟ اس کی نسبت سب مذاہب متفق ہیں کہ خدا تعالیٰ کی ہستی ہے جس تک پہنچانا مذاہب کا فرض ہے۔ اس کے سوا مذہب کی اور کوئی غرض نہیں۔ مذہب کی غرض تجارت کے قواعد بتانا نہیں کہ جس مذہب کے لوگوں میں تجارت زور شور کی ہو ان کا مذہب سچا سمجھ لیا جائے۔ مذہب کی غرض دولت نہیں کہ جن لوگوں کے پاس مال زیادہ ہو ان کے مذہب کو سچّا

کہا جائے۔ مذہب کی غرض حکومت نہیں کہ جن لوگوں کے پاس ملک زیادہ ہوں ان کے مذہب کو درست سمجھ لیا جائے۔ بلکہ مذہب کی غرض یہ ہے کہ وہ ایک ایسی سڑک بتا دے جس پر چل کر انسان خدا تعالیٰ تک پہنچ جائے۔ پس جو مذہب اس غرض کو پورا کرتا ہے وہ سچا ہے اور جو نہیں پورا کرتا وہ سچا مذہب نہیں ہے۔

کیا اسلام مذہب کی غرض کو پورا کرتا ہے؟

اب جبکہ ہمیں پتہ لگ گیا کہ مذہب کی غرض یہ ہے۔ تو ہم دیکھتے ہیں کہ کیا اسلام کی صداقت اس سے ثابت ہوتی ہے اور کیا اسلام کوئی ایسا رستہ پیش کرتا ہے جس پر چل کر اللہ تعالیٰ تک پہنچ جائیں؟ یا ایسی تعلیم دیتا ہے کہ جو دل کو تو بھاتی اور اچھی لگتی ہو مگر خدا تعالیٰ تک نہ پہنچاتی ہو؟ اگر اسلام کی تعلیم خدا تعالیٰ تک نہیں پہنچاتی تو خواہ اس کی صداقت کی کیسی ہی دلیلیں کیوں نہ دی جائیں ان کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہاں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اسلام انسان کو خدا تعالیٰ تک پہنچا دیتا ہے تو ہر ایک عقلمند اور سمجھدار انسان کو ماننا پڑے گا کہ اسلام خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور سچا مذہب ہے۔

ہر ایک مذہب میں کچھ نہ کچھ خوبیاں پائی جاتی ہیں

اس اصل کے بعد میں تمہیدی طور پر ایک اور بات بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ کسی مذہب کے سچا ثابت کرنے سے یہ نہیں ثابت ہو جاتا کہ باقی مذاہب بالکل بیہودہ اور ان کی ساری کی ساری تعلیم لغو ہے۔ ہمارے ملک میں بہت بڑا فساد اسی وجہ سے برپا ہوتا ہے کہ ہر مذہب کے لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ صرف ہمارا ہی مذہب سچا ہے اور باقی تمام مذاہب سرتا پا جھوٹے ہیں۔ لیکن جن لوگوں نے مذاہب کا مطالعہ کیا ہے وہ خوب سمجھتے ہیں کہ دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں جس میں کوئی بھی خوبی نہ ہو۔ اگر یہ بات ہے کہ کسی مذہب کی ہر ایک بات جھوٹی اور لغو ہے اور اس میں کوئی بھی خوبی ایسی نہیں ہے جو انسان کے دل کو اپنی طرف کھینچ سکتی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ تعلیم یافتہ اور عقلمند لوگ اس پر چل رہے ہیں۔ اصل بات یہی ہے کہ ہر ایک مذہب میں کچھ نہ کچھ خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ پس کسی مذہب کو سچا ثابت کرنے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ باقی کسی مذہب میں کوئی خوبی نہیں۔ بلکہ یہ ہیں کہ وہ کون سا مذہب ہے جس میں سب سے زیادہ خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ ورنہ یوں تو کوئی مذہب ایسا نہیں ہے جس میں قطعاً کوئی خوبی نہ پائی جاتی ہو۔ خواہ کوئی کتنا ہی ابتدائی مذہب ہو

اس میں بھی ضرور کوئی نہ کوئی خوبی ہوگی۔ آسٹریلیا کے لوگوں کا مذہب یا امریکہ کے بعض علاقوں کے لوگوں کے مذہب کو بہت ابتدائی سمجھا جاتا ہے ان میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ خوبیاں ہیں۔ مثلاً یہ کہ کسی سے بدی نہ کرو، شراب نہ پیئو، بھائیوں سے محبت کرو، مخلوق سے نرمی کے ساتھ پیش آؤ، صدقہ دو۔ پس جب ان مذاہب میں بھی ایسی تعلیم پائی جاتی ہے تو جن مذاہب کو متمدن لوگ مانتے ہیں ان کے متعلق یہ کہنا کہ ان میں کوئی خوبی نہیں اس سے بڑھ کر اور کیا نادانی ہو سکتی ہے۔

پس کسی مذہب کی صداقت پر غور کرنے سے پہلے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہر ایک مذہب میں کچھ نہ کچھ خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ ہاں دیکھنا یہ چاہئے کہ سب سے زیادہ خوبیاں کون سے مذہب میں پائی جاتی ہیں۔ بعض مذاہب والے کہتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں لکھا ہے کہ کسی پر ظلم نہ کرو۔ اس لئے ہمارا مذہب سچا ہے۔ ہم کہتے ہیں کوئی ایسا مذہب تو دکھاؤ جس نے کہا ہو کہ ظلم کرو۔ اسی طرح بعض مذاہب والے کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں لکھا ہے لوگوں سے محبت کرو۔ ہم کہتے ہیں یہ خوبی ہے مگر سوال یہ ہے کہ وہ کون سا مذہب ہے جس میں لکھا ہے کہ لوگوں سے عداوت کرو۔ اگر کوئی نہیں تو پھر کس طرح مان لیں کہ صرف تمہارا ہی مذہب سچا ہے۔ پھر کوئی کہے کہ ہمارے مذہب میں لکھا ہے کہ صدقہ کرو اس سے ثابت ہوا کہ ہمارا مذہب سچا ہے۔ ہم کہیں گے کہ وہ کون سا مذہب ہے جو کہتا ہے کہ کبھی صدقہ نہ کرو۔ سارے کے سارے مذاہب ایسے ہیں جو یہی تعلیم دیتے ہیں پھر صرف تمہارے مذہب کو کیونکر سچا مان لیا جائے۔

کسی مذہب کی سچائی کس طرح ثابت ہو سکتی ہے؟

کسی مذہب کے سچا ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس میں چند اخلاقی باتیں دکھا دی جائیں کیونکہ اس لحاظ سے تو تمام کے تمام مذاہب قریباً یکساں ہیں۔ پس اگر کسی مذہب کی سچائی ثابت ہو سکتی ہے تو اسی طرح کہ اس میں ایسی تعلیم دی گئی ہو جس سے خدا تعالیٰ تک انسان پہنچ سکتا ہو اور خدا تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جاتی ہو اور یہ تعلیم اپنی تفصیلات میں بھی صحیح اور درست ہو۔ یوں تو بعض مذاہب ایسے ہیں کہ وہ اصول کے رنگ میں اچھی تعلیم کے ساتھ متفق ہیں لیکن ان کی فروعات اور تفصیلات میں جا کر بڑا فرق پڑ جاتا ہے اور ان کی تعلیم صحیح اور درست نہیں ثابت ہو سکتی۔

اسلام خدا تعالیٰ سے بندہ کا تعلق قائم کرتا ہے

اس بات کو مدِّنظر رکھ کر ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام خدا تعالیٰ سے بندہ کا تعلق جوڑتا ہے یا نہیں۔ اگر جوڑتا ہے تو پھر اس بات کے ماننے میں کسی قسم کا شبہ نہیں رہ جاتا کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے کہ جس کے ذریعہ انسان کو نجات حاصل ہوسکتی ہے۔ اس کے متعلق قرآن کریم کا دعویٰ ہے اور قرآن علی الاعلان کہتا ہے کہ جو شخص مجھ پر عمل کرتا ہے میں خدا تعالیٰ سے اس کی اتنی محبت بڑھا دیتا ہوں کہ اور کسی ذریعہ سے اتنی محبت حاصل ہونی ممکن ہی نہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ۔ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ٥ (الزمر : ۲۴) خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہم نے قرآن ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں بہتر سے بہتر تعلیم دی گئی ہے۔ یہ نہیں کہ صرف اس کے اندر اچھی تعلیم ہے اور باقی سب میں بری۔ بلکہ یہ کہ اس کے اندر سب سے اعلیٰ اور اچھی تعلیم دی گئی ہے۔ یہاں خدا تعالیٰ نے اس بات سے انکار نہیں کیا کہ دوسرے مذاہب کی کتابوں میں اچھی تعلیم نہیں بلکہ یہ فرمایا ہے کہ یہ تعلیم بہتر سے بہتر ہے۔ گویا اس کی کوئی بات کسی دوسری بات کے خلاف نہیں۔ بلکہ ہر ایک بات ایک دوسری کی تصدیق اور تائید کرتی ہے۔ اور اس کی تفصیلات میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ وہ ایک ایسی اصل پر قائم ہیں کہ اس سے اِدھر اُدھر نہیں ہوتیں۔ پھر وہ ایسی تعلیم ہے کہ مثانی یعنی بار بار دہرائی جاتی ہے گویا اس میں ایسی روحانی طاقت اور قوت ہے کہ انسان کو بار بار پڑھنے پر مجبور کرتی ہے اور اس کے اندر ایسی کشش ہے کہ جو سنتا ہے اسے اپنی طرف کھینچ لیتی ہے جس طرح جب کوئی اپنے محبوب کی آواز ایک بار سنتا ہے۔ وہ پھر سنتا ہے تو چاہتا ہے کہ پھر سنوں۔ اسی طرح قرآن کی آواز جو سنتا ہے وہ پھر سنتا ہے۔ اور پھر سنتا ہے۔ اسی طرح اس کے یہ بھی معنی ہیں کہ چونکہ قرآن کی تعلیم ہر زمانہ اور ہر صدی کے لئے ضروری ہے اس لئے ہر زمانہ میں دہرائی جاتی ہے اور تازہ کی جاتی ہے مٹائی نہیں جاتی۔ پھر اس کی خوبی یہ ہے کہ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ اس سے جلدوں پر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے جلال، اس کی قوت، اس کی شان، اس کی شوکت کا بیان اس میں ایسا صاف صاف ہے کہ جب کوئی پڑھتا ہے تو خواہ دین سے کتنا ہی دور ہو خدا کے خوف سے اس کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ پھر تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ صرف خوف اور ڈر تو ڈراؤنی چیزوں سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ اس سے صرف خوف نہیں پیدا ہوتا بلکہ اس کے ساتھ ہی محبت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ خوف دو قسم کی چیزوں سے پیدا ہوا کرتا ہے۔ ایک ایسی چیزوں سے جو ڈراؤنی ہوں اور دوسری وہ جو شان وشوکت والی ہوں لیکن ڈراونی چیزوں سے صرف خوف پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ چونکہ یہ شان والی ہے اس لئے اس کی عظمت اور شان کی وجہ سے اس کا خوف پیدا ہوتا ہے جس کے ساتھ محبت بھی ہوتی ہے چنانچہ فرماتا ہے ان کی جلدیں محبت سے نرم ہو جاتی ہیں۔ تو قرآن یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس میں سب سے بہتر تعلیم ہے اور جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے وہی مذہب سچا ہو سکتا ہے جو یہ کہے کہ مَیں سب سے بہتر تعلیم پیش کرتا ہوں۔ نہ وہ جو یہ کہے کہ اور کسی مذہب میں کوئی سچائی ہی نہیں۔ پھر وہ مذہب سچا ہو سکتا ہے جو ایسی تعلیم دے جس پر چل کر انسان خدا تعالیٰ تک پہنچ جائے اور قرآن دعویٰ کرتا ہے کہ میرے اندر وہ رستہ موجود ہے جس پر چل کر انسان خدا تک پہنچ جاتا ہے۔

اب ہم قرآن کے اس دعویٰ پر نظر کرتے ہیں کہ آیا یہ ٹھیک ہے کہ قرآن خدا تعالیٰ سے انسان کا تعلق پیدا کر دیتا ہے۔ مگر اس مسئلہ کے دیکھنے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ سے انسان کا جو تعلق ہوتا ہے وہ کس طرح ہوتا ہے۔ کسی چیز کے اچھا ہونے کا سائینٹیفک ذریعہ سے اس طرح ثبوت مل سکتا ہے کہ اس کے لئے طریق کیا بتایا گیا ہے۔ اگر وہ طریق صحیح ہو تو خواہ اس کو ماننے کا دعویٰ کرنے والوں کی حالت کیسی ہی ہو اس سے اس مذہب پر کوئی الزام نہیں آ سکتا۔ بلکہ یہی کہا جائے گا کہ انہوں نے اس طریق پر عمل نہیں کیا۔ مثلاً کوئی شخص جیل خانہ میں جائے اور وہاں ہندوؤں، سکھوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کو دیکھے اور کہے کہ سب کے مذاہب جھوٹے ہیں کیونکہ اگر سچا مذہب رکھتے ہوتے تو جیل خانہ میں نہ پڑے ہوتے۔ تو یہ درست نہیں ہوگا کیونکہ انہوں نے اپنے اپنے مذہب کے خلاف کیا تب جیل خانہ میں ڈالے گئے۔ اگر اپنے اپنے مذہب کے احکام کی پابندی کرتے تو ایسا نہ ہوتا۔ پس کسی مذہب کو سچا معلوم کرنے کے لئے یہ دیکھنا چاہئے کہ آیا اس نے ایسے اصول بتائے ہیں یا نہیں جن کے ذریعہ خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا ہو سکتا ہے۔ اگر بتائے ہوں لیکن اس مذہب کے ماننے والے ایسے لوگ نظر آئیں جن کا خدا تعالیٰ سے تعلق نہیں ہے تو یہی کہا جائے گا کہ ان کا اپنا قصور ہے نہ کہ اس مذہب میں نقص ہے۔ جیسے کونین تپ میں فائدہ دیتی ہے لیکن اگر کوئی کونین کو ہاتھ میں دبائے رکھے یا جیب میں ڈالے رکھے اور کہے کہ مجھے اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوا تو اسے کہا جائے گا کہ کھانے سے فائدہ ہوا کرتا ہے نہ کہ ہاتھ میں پکڑنے یا جیب

میں ڈالے رکھنے سے۔ اسی طرح مذہب کا فائدہ بھی اسی کو ہو سکتا ہے جو اس پر عمل کرے نہ کہ صرف منہ سے اس کے ماننے کا دعویٰ کرے۔

خدا تعالیٰ سے تعلق کن ذرائع سے پیدا ہو سکتا ہے؟

اب اس بات کو مدِنظر رکھ کر ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے تعلق کن ذرائع سے پیدا ہو سکتا ہے۔ دُنیا میں کسی سے تعلق پیدا ہونے کے دو طریق ہیں تعلق یا تو محبت سے پیدا ہوتا ہے یا خوف سے۔ اب ہم اسلام کی تعلیم پر غور کر کے دیکھیں گے کہ آیا اسلام نے ایسی تعلیم دی ہے کہ جس سے خدا تعالیٰ سے کمال درجہ کی محبت اور خوف پیدا ہوتا ہے یا نہیں اگر دی ہے تو ثابت ہو گیا کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جو خدا تعالیٰ سے ملانے کا صحیح رستہ بتاتا ہے گو دوسرے مذاہب میں بھی خوبیاں ہیں اور اگر یہ ثابت نہ ہو تو پھر ماننا پڑے گا کہ اسلام کے سوا کسی اور مذہب کی تلاش کرنی چاہئے۔

قرآن شریف میں ان ذرائع سے کس طرح کام لیا گیا ہے؟

اس کے لئے میں قرآن کریم کی تفصیلات کو چھوڑ کر سورۃ فاتحہ کو لیتا ہوں۔ جو پہلی سورۃ ہے اور جس میں صرف سات آیتیں ہیں دُنیا کے تمام فلسفے اس بات پر متفق ہیں کہ تعلق قائم رکھنے کے لئے پہلے محبت سے کام لینا چاہئے اور پھر خوف سے۔ مثلاً بچہ کو صبح پڑھنے بھیجنے کے لئے پہلے محبت سے کہا جائے گا بیٹا پڑھنے جاؤ یہ نہیں کہ اُٹھتے ہی اس کے منہ پر تھپڑ مار دیں۔ اور اگر نہ مانے تو کہیں گے لو یہ مٹھائی لو اور جاؤ یا آکر لے لینا۔ اس پر بھی اگر وہ نہ مانے تو پھر ماریں گے۔ گویا پہلے محبت سے بھیجا جائے گا اور پھر خوف سے۔ اب ہم یہ دیکھیں گے کہ قرآن نے اسی طبعی طریقہ کو خدا تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے کے لئے برتا ہے یا نہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ اس سورۃ کو شروع ہی اَلْحَمْدُ سے کیا گیا ہے جس میں محبت کا ذکر ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اصل جو ایک مدت کی تحقیقات کے بعد ثابت کیا گیا ہے اسے قرآن نے بہت عرصہ قبل بیان کر دیا ہے۔ پھر تعلق دو وجہ سے ہوا کرتا ہے۔ یا تو اس طرح کہ کوئی چیز اپنی ذات میں پیاری لگتی ہے یا اس سے فائدے پہنچتے ہیں۔ جیسا کہ انگریزی دانوں میں محاورہ ہے کہ نیکی کو نیکی کی خاطر قبول کرنا چاہئے۔ ان دونوں اصول کے متعلق دیکھتے ہیں کہ قرآن کیا کہتا ہے۔

سورۃ فاتحہ کی لطیف تفسیر

سورہ فاتحہ میں ان دونوں باتوں کو لیا گیا ہے اور اس میں ایسے اُصول بیان کئے گئے ہیں کہ ممکن نہیں اگر انسان ان پر عمل کرے تو خدا تعالیٰ سے اس کا تعلق نہ پیدا ہو۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ اللہ نام ہے خدا کا اور اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ہستی جس میں کوئی نقص نہیں اور تمام خوبیوں کی جامع ہے۔ دُنیا میں لوگ ایسی چیزوں سے محبت کرتے ہیں جو سب خوبیوں سے متصف نہیں ہوتیں اور ایسی نہیں ہوتیں کہ ان میں کسی قسم کا نقص نہ پایا جاتا ہو مثلاً عورتوں پر عاشق ہوتے ہیں لیکن یہ نہیں ہوتا کہ جس عورت پر کوئی عاشق ہوتا ہے وہ دُنیا کے سارے حُسن کی جامع ہوتی ہے۔ قصّہ مشہور ہے کہ لیلیٰ کو دیکھ کر کسی نے مجنوں کو کہا تھا کہ وہ تو کوئی خوبصورت نہیں تم کیوں عاشق ہو؟ مجنوں نے کہا لیلیٰ کو میری آنکھ سے دیکھنا چاہئے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے۔ لیلیٰ را بچشم مجنوں باید دید۔ تو کوئی عورت ایسی نہیں ہوسکتی جو تمام حسن کی جامع ہو اور نہ ہی کوئی اور چیز ایسی ہوسکتی ہے جس میں کوئی نقص نہ پایا جاتا ہو۔ مگر خدا ایسا ہے کہ تمام خوبیوں کا جامع ہے اور تمام نقصوں سے پاک ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ اللہ ہی وہ ہستی ہے جو تمام خوبیوں کی جامع ہے۔ ہم چاند کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور خوش نما پہاڑوں کو دیکھ کر مسرّت حاصل کرتے ہیں مگر اس لئے نہیں کہ وہ ہمیں کچھ دیتے ہیں بلکہ اس لئے کہ وہ اپنی ذات میں اچھے لگتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ اے انسان اگر تو ان لوگوں میں سے ہے جو چیز کی ذاتی خوبی کی وجہ سے اس سے محبت کرتے ہیں تو آ میں تجھے بتاؤں کہ اسلام وہ خدا دکھاتا ہے جو تمام نقصوں سے پاک اور تمام خوبیوں کا جامع ہے۔ لیکن چونکہ تمام فطرتیں ایسی نہیں ہوتیں کہ صرف یہ جان کر کسی چیز سے محبت کریں کہ وہ اپنی ذات میں اچھی ہے بلکہ وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ ہمیں فائدہ بھی پہنچائے گو یہ گری ہوئی فطرت کے انسان ہوتے ہیں ان کے متعلق فرماتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ وہ اپنے حُسن کے علاوہ تم پر احسان بھی کرے۔ تو آؤ تمہیں بتائیں خدا وہ ہے کہ جو تمہیں پیدا کرتا اور پھر ادنیٰ اور گری ہوئی حالت سے ترقی دے کر اعلیٰ درجہ پر پہنچاتا ہے مثلاً انسان کے جسم کا کوئی حصّہ گیہوں سے بنتا ہے کوئی چنے سے کوئی جَو سے یا اور وہ چیزیں جو انسان کھاتا ہے ان سے ایک مادہ بنتا ہے اور اس کا آگے انسان تیار ہو کر صفحہ دُنیا پر آجاتا اور بڑے بڑے کام کرتا ہے۔ یہ سب خدا تعالیٰ کی ربوبیت کے ہی کھیل ہیں۔ تو فرمایا۔ اللہ تمہارا رب اور تمہارا محسن ہے۔ پھر ایک دو کا نہیں بلکہ رب العالمین سب کا ہے۔ خواہ کوئی یورپ کا رہنے والا ہو یا افریقہ کا یا امریکہ کا۔

پھر کسی مذہب کا ہو وہ سب کا رب ہے۔ حتّٰی کہ حیوانوں اور پرندوں کا بھی رب ہے۔ حیوانوں کے متعلق خدا تعالیٰ کی ربوبیت کو اگر دیکھا جائے تو عجیب نظارہ نظر آتا ہے۔ دیکھو انسان بیلوں سے ہل چلاتا ہے اور کھیت بوتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں اگر انسان کو کھیت میں سے صرف دانے ہی حاصل ہوتے تو وہ بیلوں وغیرہ کو کھانے کے لئے غلہ نہ دیتا اس لئے دانوں کے ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے توڑی رکھ دی ہے کہ یہ ان کا حصہ ہے جو انسان کے ساتھ کام کرنے والے تھے۔ تو خدا تعالےٰ نے ہر ایک مخلوق کا حصہ رکھا ہوا ہے اور اس کو رزق پہنچاتا ہے۔ حتّٰی کہ ایسی جگہ جہاں انسان کے خیال میں بھی نہیں آسکتا کہ کس طرح رزق پہنچ سکتا ہے۔ یعنی زمین کے نیچے یا سمندر کے اندر وہاں بھی جو مخلوق ہے اس کے لئے خدا تعالیٰ نے وہیں خوراک رکھی ہوئی ہے۔ تو فرمایا اللہ ایسا ہے جو تمام کے تمام جانداروں پر احسان کرنے والا ہے۔ پھر احسان تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو زمانہ ماضی میں کیا گیا ہو۔ دوسرا وہ جو زمانہ حال میں کیا جائے۔ تیسرا وہ جو زمانہ آئندہ میں کیا جانے والا ہو۔ اور دُنیا میں کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کسی قدیم احسان کا خاص لحاظ کرتے ہیں۔ کئی ایسے ہوتے ہیں جو حال کے احسان کی قدر کرتے ہیں اور کئی ایسے ہوتے ہیں کہ آئندہ ہونے والے احسان کو بڑا سمجھتے ہیں۔ یہاں خدا تعالیٰ نے ان تینوں قسم کے لوگوں کے متعلق فرمایا۔ خدا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ہے۔ یعنی فطرتیں جو زمانہ ماضی کے احسان کو یاد رکھنے والی ہیں ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان پر وہی خدا احسان کر رہا ہے۔ اور جو آئندہ کے احسان کا خیال رکھتی ہیں انکو بھی معلوم ہونا چاہئے کہ ان پر بھی خدا ہی احسان کرے گا۔ اس لئے وہی ایک ایسی ذات ہے جس سے محبت کرنی چاہئے۔

پھر جب خدا تعالیٰ کی ربوبیت کے ماتحت انسان کی تکمیل ہو جاتی ہے اور وہ کام کرنے کے قابل ہو جاتا ہے تو جس طرح ماں باپ جوان بچّہ کو کام پر لگانے کے لئے اس کو سامان مہیّا کر دیتے ہیں اسی طرح خدا تعالیٰ بھی کرتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ جب انسان کام کرنے کے قابل ہو جاتا ہے تو اس وقت یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ محض اپنے فضل سے بغیر اس کی محنت اور کوشش کے کام کرنے کے اسباب عطا کرتا ہے۔ اس بات سے اسلام کی دوسرے مذاہب پر بہت بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ بعض مذاہب والے ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ نجات صرف ہمارے ہی مذہب میں ہے مگر کوئی اور اس میں داخل نہیں ہو سکتا۔ لیکن قرآن شریف ایسا نہیں کہتا بلکہ یہ کہتا ہے کہ خدا تمام لوگوں کا رب ہے اور اس نے جو مذہب لوگوں کے نجات پانے کے لئے بھیجا ہے اس کا دروازہ ہر ایک کے لئے کھلا ہے پھر اسلام اس خدا کو پیش کرتا ہے جو رحمانیت کی صفت بھی رکھتا ہے۔ یعنی وہ صرف

ربوبیت ہی نہیں کرتا بلکہ اپنے فضل سے لوگوں کو ایسے سامان بھی عطا کرتا ہے جن کے حصول میں انکے اعمال کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اس میں بعض مذاہب پر اس طرح اسلام کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ وہ کہتے ہیں خدا بغیر عمل کے انسان کو کچھ نہیں دیتا۔ حالانکہ یہ بات تجربہ اور مشاہدہ بلکہ نیچر کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ سورج، زمین، پانی، ہوا ایسی چیزیں ہیں جن کے بغیر کوئی انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ اب اگر بغیر عمل کے خدا انسان کو کچھ نہ دیتا تو ان کو بھی پیدا نہ کرتا۔ مگر اس نے پیدا کیا ہے۔ اس سے معلوم ہؤا کہ وہ بغیر عمل کے بھی دیتا ہے اور اگر ان چیزوں کو عمل کا نتیجہ مانا جائے تو یہ کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ انسان عمل تو تب کر سکتے جب کہ زندہ ہوتے اور زندہ ہوا کے بغیر رہ نہیں سکتے۔ پس ثابت ہؤا کہ انسانوں کو ہوا پہلے ملی پھر انہوں نے کوئی عمل کیا۔ اسی طرح کھانا ہے۔ اگر کھانا انسان کے عمل کرنے سے پہلے نہ ہوتا تو وہ زندہ نہ رہ سکتا اور جب زندہ نہ رہ سکتا تو عمل بھی نہ کر سکتا۔ پس اسلام کی تعلیم کے مطابق خدا تعالیٰ رحمٰن ہے۔ یعنی بغیر محنت کے دیتا ہے اور بے حد دیتا ہے۔ دیکھو ہوا جو انسان کو مفت اور بغیر اس کی محنت اور مشقت کے ملتی ہے ایسی ہے کہ اس کی کوئی حد بندی نہیں ہو سکتی اور ہر ایک کو مل جاتی ہے۔ اسی طرح پانی ہے یہ بھی بیحد ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کی زندگی کے قیام کے لئے جس قدر کسی چیز کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اس قدر وہ آسانی سے حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً کھانا ہے یہ اگر انسان کو نہ ملے تو ایک حد تک صبر کر سکتا ہے۔ لیکن پانی نہ ملنے پر اس سے کم اور ہوا نہ ملنے پر اس سے بھی کم عرصہ زندہ رہ سکتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے کھانا مہیّا کرنے کے لئے جس قدر محنت اور کوشش رکھی ہے پانی مہیّا کرنے کے لئے اس سے کم اور ہوا حاصل کرنے کے لیے اس سے بھی کم رکھی ہے۔ تو ان چیزوں کی انسان کو جتنی جتنی ضرورت ہے خدا تعالیٰ نے ان کا حصول اتنا ہی آسان بنایا ہے۔ پانی کے بغیر تو انسان کچھ عرصہ صبر کر سکتا ہے مگر ہوا کے بغیر ذرا بھی نہیں کر سکتا اس لئے خدا تعالےٰ نے ہوا کے لئے کچھ بھی قیمت نہیں رکھی۔ پس یہ اس کی رحمانیت کا ثبوت ہے۔ اور قرآن کریم کہتا ہے کہ وہ رحمٰن ہے۔ پھر اسلام کہتا ہے۔ یہیں خدا کی صفات کا خاتمہ نہیں ہو جاتا بلکہ اس سے آگے خدا تعالیٰ کی یہ صفت ہے کہ جب کوئی انسان کام کرتا ہے تو خدا تعالیٰ یہ نہیں کہتا کہ چونکہ اس نے میرے ہی دیئے ہوئے ذرائع سے کام کیا ہے اس لئے میں اسے اس کے کام کا کوئی بدلہ نہیں دوں گا بلکہ پہلے کی نسبت اور زیادہ ان ذرائع کو بڑھا دیتا ہے۔ دیکھو جو انسان خدا تعالیٰ کے دیئے ہوئے ہاتھ سے کام لے اس کا ہاتھ اور زیادہ طاقتور ہو جاتا ہے۔ اور جو خدا تعالیٰ کے عطا کردہ دماغ

سے کام لیتا ہے اس کا دماغ اور زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ علوم پڑھتے ہیں ان کی نسلیں بہ نسبت ان لوگوں کی نسلوں کے جو علوم سے بے بہرہ ہوتے ہیں بہت جلدی علوم میں ترقی کر لیتی ہیں۔ ہندوستان میں ہی دیکھ لو مسلمانوں اور ہندوؤں کے بچے چوڑے چماروں یا اور ایسی قوموں کے بچوں سے جن میں علم نہیں آسانی سے علوم حاصل کر لیتے ہیں۔ تو اسلام بتاتا ہے کہ خدا وہ خدا ہے کہ جب انسان اس کے دیئے ہوئے سامانوں سے خواہ وہ سامان جسمانی ہوں یا رُوحانی کام لیتا ہے تو خدا تعالیٰ ان کو اور زیادہ بڑھا دیتا ہے اور بڑھ چڑھ کر فائدہ پہنچاتا ہے۔

اسلام کا خدا وہ ہے کہ جس کی اور بھی صفات ہیں۔ بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں جو حسن اور احسان سے بات نہیں مانتے بلکہ خوف اور ڈر کی وجہ سے مانتے ہیں اس لئے اسلام نے ساتھ ہی بتا دیا کہ ہم یہی نہیں کہتے کہ خدا تعالیٰ سے اس لئے تعلق پیدا کرو کہ وہ محبت کرنے والا ہے اور تمام خوبیوں کا جامع ہے اور تم پر بڑے بڑے احسان کرتا ہے بلکہ اگر تم باوجود اس کے احسانوں کے اس کے احکام پر عمل نہ کرو گے تو وہ تمہیں سزا دے گا۔ کیونکہ وہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہے۔ دیکھو جو لوگ دُنیا میں ظاہری اسباب سے کام نہیں لیتے وہ ذلیل اور رسوا ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والی تعلیم پر عمل نہیں کرتے وہ بھی تباہ اور برباد ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہے۔ پس دنیا میں جو لوگ محبت سے ماننے والے ہیں وہ تو خدا تعالیٰ کے احکام کو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے ماتحت مانیں گے۔ اور جو سزا کے خوف اور ڈر سے ماننے والے ہیں وہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کے ماتحت مانیں گے۔ کیونکہ وہ سمجھیں گے کہ اگر ہم خدا تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کریں گے تو وہ ہمیں سزا دیگا۔

یہ اسلام کی خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے اُصولی تعلیم ہے۔ اس کو اگر تفصیل سے دیکھا جاتے تو ثابت ہو جاتا ہے کہ اسلام کو دوسرے تمام مذاہب پر بہت بڑی فضیلت حاصل ہے۔ مگر خدا تعالیٰ سے تعلق یہی نہیں ہوتا کہ انسان خدا سے محبت کرے بلکہ اس کا لازمی نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے کہ خدا کی مخلوق کی آپس میں بھی محبت اور اُلفت ہو۔ دیکھو بھائی بھائی جو آپس میں محبت کرتے ہیں وہ کیوں کرتے ہیں اسی لئے کہ ایک ماں باپ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسی طرح اہلِ ملک آپس میں محبت کرتے ہیں کیوں؟ اسی لئے کہ ایک ملک سے تعلق رکھتے ہیں۔ پس جب دنیاوی طور پر ایک چیز سے تعلق رکھنے والے آپس میں محبت کرتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ ایک خدا سے تعلق رکھنے والوں کی آپس میں محبت نہ ہو۔ کیا خدا تعالیٰ ماں باپ یا ملک سے کم درجہ کا ہے اگر خدا تعالیٰ کا ان سب سے بڑا درجہ ہے تو

کیا وجہ ہے کہ ایک محلہ، ایک شہر، ایک ملک اور ایک ماں باپ سے تعلق رکھنے والے تو آپس میں محبت کریں مگر ایک خدا سے محبت اور تعلق رکھنے والے آپس میں محبت نہ کریں۔ ان کی محبت سب سے زیادہ اور سب تعلقات کی نسبت مضبوط ہوتی ہے اور دُنیا میں لوگوں پر ظلم وستم کرنے والے وہی لوگ ہوتے ہیں جو خدا تعالیٰ سے تعلق نہیں رکھتے۔ جو لوگ خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں وہ اس کے بندوں سے بھی ضرور محبت کرتے ہیں۔

تو اسلام ہمیں اسی طرف لے جاتا ہے اور کہتا ہے کہ جب کوئی خدا تعالیٰ کی ان صفات کو دیکھتا ہے کہ ایک طرف وہ حسن میں کامل ہے ہر ایک خوبی اس میں پائی جاتی ہے اور وہ اپنے بندوں پر احسان کرتا ہے اور دوسری طرف وہ طاقت اور قوت میں کامل ہے جو اس سے تعلق توڑتا ہے اسے سزا دیتا ہے تو اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ وہ خدا کو اپنے سامنے دیکھ لیتا ہے اور اس کے دل میں خدا تعالیٰ کے بندوں کی محبت جوش زن ہو جاتی ہے۔ اس وقت وہ دنیاوی لحاظ سے اپنے اور دوسرے مذاہب کے لوگوں میں کوئی فرق نہیں پاتا۔ اس وقت وہ یہ نہیں کہتا کہ فلاں چونکہ ہندو ہے یا عیسائی ہے یا سکھ ہے یا اور کسی مذہب کا ہے اس لئے اس کو دُکھ دینا چاہئے۔ بلکہ وہ یہ کہتا ہے کہ سب خدا تعالیٰ کی مخلوق ہے اس سے مجھے محبت اور پیار کرنا چاہئے۔ تو اسلام کہتا ہے کہ جب کوئی انسان اس درجہ پر کھڑا ہو جاتا ہے تو یہ کہتا ہے کہ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ اے خدا ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔ گویا اس وقت انسان یہ نہیں کہتا کہ مَیں ایسا کرتا ہوں بلکہ تمام کے تمام بندوں کی طرف سے کہتا ہے کہ میری عبادت ان کی عبادت ہے اور مَیں اپنے لئے ہی نہیں بلکہ ان سب کے لئے مدد چاہتا ہوں۔ دنیا میں بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں جو دوسروں کو زبانی تو کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا مال تمہارا ہی مال ہے۔ لیکن اگر کوئی ان کے مال سے ایک پیسہ بھی لے تو لڑنے مرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ مگر اسلام کہتا ہے کہ جب انسان کا تعلق خدا تعالیٰ سے ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ خدا تعالیٰ کے حضور اپنے آپ کو ہی پیش نہیں کرتا۔ بلکہ یہی کہتا ہے کہ اے خدا ہم سب تیری عبادت کرتے ہیں اور تُو ہم سب کی مدد کر اور سب کو انعام دے۔ پس یہ اسلام کی تعلیم ہے کہ اسلام سب کو اپنا بھائی سمجھنے اور سب کو فائدہ پہنچانے کی تلقین کرتا ہے۔

یہ تو بندہ کا خُدا سے تعلق پیدا کرنے کا طریق ہے۔ مگر یہ یک طرفہ بات ہے۔ کامل اور مکمل تعلیم وہ ہو سکتی ہے جو اس امر کا بھی ثبوت پیش کرے کہ خدا تعالیٰ بھی بندہ سے محبت اور پیار کرتا ہے،

کیونکہ اگر ایک شخص کو خدا تعالیٰ سے ملنے کا تو شوق ہو لیکن خدا تعالیٰ کو اس سے محبت نہ ہو تو پھر کیا فائدہ۔ پس وہ مذہب سچا نہیں ہوسکتا جو صرف بندہ کے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت پیدا کر دے۔ بلکہ سچا مذہب وہی ہوسکتا ہے جو اس بات کا بھی ثبوت پیش کرے کہ خدا تعالیٰ بھی بندہ سے محبت کرتا ہے۔ اس کے متعلق جب ہم قرآن کریم کو دیکھتے ہیں کہ کیا کہتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو بھی بندہ سے محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرماتا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران: ۳۲) اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان لوگوں کو کہہ دے کہ اگر تمہارے اندر خدا کی محبت ہے تو آؤ میری غلامی میں داخل ہو جاؤ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم خدا کے محبوب بن جاؤ گے۔ یعنی خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگ جائے گا اس سے ظاہر ہے کہ اسلام اسی پر بس نہیں کرتا اور دیگر مذاہب کی طرح یہی نہیں کہتا کہ تمہارے دل میں خدا کی محبت پیدا ہو جائے گی بلکہ یہ بھی کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگ جائے گا۔ یہ اسلام اور دوسرے مذاہب میں بہت بڑا فرق ہے۔

یہ مَیں نے پہلے بتایا ہے کہ اپنے مذہب کو اعلیٰ ثابت کرنے کے لئے یہ غلط طریق ہے کہ دوسرے مذاہب کے بزرگوں کو گالیاں دی جائیں اور ان مذاہب کی کسی خوبی کا اعتراف نہ کیا جائے۔ اگر کسی کے پاس خوبی ہے تو اس کو پیش کرنا چاہئے دوسروں کو گالیاں دینے کا کیا فائدہ۔ کسی کو گالیاں دینے اور مارنے کی ضرورت اسی وقت ہُوا کرتی ہے کہ جب اور طریق سے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ ایک طاقتور اور زبردست تو سزا دینے کے وقت بھی نرمی اور ڈھیل ہی دیا کرتا ہے۔ دیکھو چوہے بلّی کی کتنی ادنیٰ مثال ہے۔ بلّی ایک ذلیل سا جانور ہے مگر وہ بھی چوہے کو پکڑنے وقت اپنا وقار دکھاتی ہے۔ پکڑ کر چھوڑ دیتی ہے پھر جب چوہا بھاگنے لگتا ہے تو پھر پکڑ لیتی ہے۔ اسی طرح کئی بار پکڑتی اور چھوڑتی ہے۔ تو طاقتور اور زبردست انسان چھچھورا نہیں ہوتا۔ چھچھورا پن وہی انسان دکھاتا ہے جو اپنی کمزوری کو محسوس کرتا ہے۔ تو یہ کسی کی صداقت اور خوبی کی دلیل نہیں ہے کہ دوسروں کو گالیاں دی جائیں۔ بلکہ صداقت کی دلیل یہ ہے کہ اپنی خوبیاں پیش کی جائیں۔ اگر واقع میں وہ خوبیاں ہوں گی تو ضرور قبول کی جائیں گی۔ ڈنڈے اور زور سے تو کوئی خوبی نہیں منوائی جاتی۔

خدا تعالیٰ کا بندے سے محبّت کرنا

پس سارے مذاہب تو یہ کہتے ہیں کہ ہم خدا سے انسان کا تعلّق اور واسطہ پیدا کر دیتے ہیں لیکن اسلام میں یہ فضیلت ہے کہ اسلام کہتا ہے کہ مَیں وہی تعلیم نہیں دیتا جس سے خدا کی محبت تمہارے

دل میں پیدا ہو سکتی ہے بلکہ یہ تعلیم بھی دیتا ہوں کہ خدا کو تمہاری محبت پیدا ہو جائے۔ پس اسلام یہی نہیں کہتا کہ تم نیک بن جاؤ۔ بلکہ یہ بھی کہتا ہے کہ میری تعلیم پر عمل کر کے تم ایسے بن سکتے ہو کہ خود خدا تمہیں بلائے اور کہے کہ تم میرے محبوب ہو۔ پھر اسلام یہی نہیں کہتا کہ مرنے کے بعد تمہیں پتہ لگے گا کہ اسلام سچا مذہب ہے بلکہ اسی دُنیا میں ثبوت دیتا ہے کہ تم سیدھے راستہ پر ہو اور وہ اس طرح کہ فرماتا ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران : ۳۲) کہ آؤ اسی دُنیا میں خدا کے محبوب بن جاؤ۔ محبوب کے یہ معنی ہیں کہ اگر اس کو کوئی تکلیف ہو تو محب اس کی مدد کرے اور اس سے کلام کر کے اُسے تسلّی دے۔ اس کو کوئی شخص اپنا محب نہیں سمجھ سکتا جو یہ کہے کہ مجھے فلاں سے محبت ہے اور فلاں میرا محبوب ہے۔ لیکن جب اسے کوئی تکلیف پہنچے تو اس کی کوئی مدد نہ کرے۔ تو خدا تعالیٰ کے محبوب ہونے کے یہ معنی ہیں کہ جب وہ دُکھ اور تکلیف میں ہو تو خدا اس کی مدد کرے اور اس سے کلام کرے۔

اسلام میں خدا سے کلام کرنے کا دروازہ کُھلا ہے

اس کے ماتحت جب ہم دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم خدا تعالیٰ کے کلام کرنے کا دروازہ کُھلا بتاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (سورہ فاتحہ) کہ اے مؤمنو! تم ہمیشہ یہ دُعا کیا کرو کہ اے خدا ہمیں سیدھا رستہ دکھا۔ یعنی وہ رستہ جس پر چل کر پہلے لوگ خدا تک پہنچے ہیں اور خدا تعالیٰ انہیں یقین دلاتا رہا ہے کہ تم مجھ تک پہنچ گئے ہو۔

اسلام کی دیگر مذاہب پر فضیلت

یہ بیّن فرق ہے اسلام اور دیگر مذاہب میں۔ اخلاقی تعلیم میں مذاہب کا آپس میں کوئی بڑا فرق نہیں ہے۔ ہر ایک مذہب بُرے کام کرنے سے روکتا اور اچھے کام کرنے کی تلقین کرتا ہے لیکن اسلام کہتا ہے کہ اسی دُنیا میں تم کو معلوم ہو جائے گا کہ تم خدا کے مقرب اور محبوب بن گئے ہو۔ چنانچہ اس کا ثبوت اسلام میں ملتا ہے۔ کیونکہ ہر زمانہ میں ایسے لوگ آتے رہے ہیں جنہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ خدا تعالیٰ کو انہوں نے دیکھا اور خدا ان سے کلام کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت معین الدین چشتیؒ، حضرت محی الدین ابن عربیؒ، حضرت جنید بغدادیؒ اور اور بہت سے بزرگ اسلام میں ایسے گزرے ہیں جنہوں نے اپنے دل میں خدا کی محبّت پیدا کی اور خدا تعالیٰ نے بھی ان سے محبت کی اور انہیں اپنی محبت کا جُبّہ پہنایا ان کی ہر تکلیف کو اس نے خود دُور کیا اور ہر مشکل وقت میں انکی مدد کی۔

ہمارے زمانہ میں خدا کا ایک محبوب

پس اسلام میں بہت سے ایسے بزرگ ہوئے ہیں جو خدا تعالیٰ کے محبوب تھے۔ اور اس زمانہ میں بھی خدا تعالیٰ کا ایک خاص محبوب گزرا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس زمانہ کے مفاسد کو دیکھ کر اور خدا تعالیٰ سے لوگوں کا بُعد اور بے رُخی پاکر ایک انسان بھیجا جس نے اسلام کی خدمت کی اور اسلام کی سچائی ثابت کی۔ یہ وہ زمانہ تھا جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو بد سے بدتر قرار دیا جاتا تھا اور کہا جاتا تھا کہ سو سال تک دُنیا سے مٹ جائے گی۔ اس وقت خدا تعالیٰ کی غیرت جوش میں آئی اور اس نے کہا کون ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو مٹا سکے۔ پس ایسے زمانہ میں جبکہ اسلام غریب ہو چکا تھا اور ایسے وقت میں جبکہ اسلام بلحاظ تعلیم یا بلحاظ اس کے کہ سائنس اور علوم کی ترقی کی وجہ سے اس پر نئے نئے اعتراض کئے جاتے تھے اور کہا جاتا تھا کہ قرآن میں ایسی باتیں درج ہیں جو خلاف عقل ہیں پھر جو علم نکلتا اسلام پر حملہ آور ہوتا۔ ڈارون تھیوری نکلی تو اس کے ذریعہ اسلام پر حملے کئے گئے۔ جیالوجی کے رو سے اسلام کو ہدف اعتراضات بنایا گیا۔ اسٹرانومی کے ذریعہ اسلام میں نقص نکالے گئے۔ غرض ہر علم کی تحقیقات کا یہی نتیجہ بتایا گیا کہ اسلام نقصوں اور غلطیوں سے پُر ہے اور کسی علم کے مقابلہ پر ٹھہر نہیں سکتا۔ اس وجہ سے صاف طور پر کہہ دیا گیا کہ مسلمان جوں جوں علوم سے واقف ہوتے جائیں گے خود بخود اسلام کو چھوڑ دیں گے اور یہ خیال ایسا وسیع ہوا کہ مسلمان کہلانے والوں میں سے ایسے لوگ پیدا ہو گئے جنہوں نے کہہ دیا کہ اسلام کی اصلاح ہونی چاہئے اور زمانہ حال کے مطابق اس کی تعلیم کو بنانا چاہئے۔ جب یہ حالت ہو گئی تب وہ خدا جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا تھا کہ تُو میرا ایسا پیارا اور محبوب ہے کہ تیرے غلام بھی میرے محبوب ہو جائیں گے۔ اس خدا کی غیرت جوش میں آئی اور اس کی محبت فوارے کی طرح پھوٹی۔ اس نے اسلام کی عزت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو ثابت کرنے کے لئے ایک ایسے انسان کو کھڑا کر دیا جو کیا بلحاظ شان و شوکت اور کیا بلحاظ مال و دولت اور کیا بلحاظ شہرت و عزت دنیا میں کوئی حقیقت نہ رکھتا تھا اور کہا کہ مَیں اس کے ذریعہ اس زمانہ میں اسلام کو قائم کروں گا اور دُنیا میں پھیلا دوں گا۔ پس خدا تعالیٰ نے ایسے نازک اور پُرخطر زمانہ میں اسلام کی صداقت ثابت کرنے کے لئے ایک دروازہ کھولا اور قادیان سے اس شخص کو چُنا اور اسے کہا کہ چونکہ تُو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا جُوا اپنی گردن میں پوری طرح ڈالا ہے اس لئے مَیں تجھے اسلام کی خدمت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے لئے کھڑا کرتا ہوں۔

حضرت مرزا صاحب کی بعثت سے اسلام کی صداقت کا ثبوت

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس طرح معلوم ہو کہ اس شخص کو خدا تعالیٰ سے محبت تھی اور خدا تعالیٰ کو اس سے محبت تھی اور اس کا کھڑا ہونا کس طرح اسلام کی صداقت کا ثبوت ہے؟ دوسرے مذاہب والوں کا حق ہے کہ ہم سے یہ سوال پوچھیں کہ یہ کس طرح ثابت ہؤا کہ اس شخص کا کھڑا ہونا اسلام کی صداقت کا ثبوت ہے؟ کیوں نہ کہا جائے کہ چونکہ تم کو اسلام سے محبت ہے اس لئے تم نے یہ ڈھکوسلا بنالیا ہے۔ اس کے لیے جیسا کہ مَیں نے پہلے بتایا ہے کہ جو خدا تعالیٰ کا پیارا اور محبوب ہوتا ہے خدا تعالیٰ کی تائید اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس کے مطابق دیکھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی تائید اس کے ساتھ تھی یا نہیں اور یہ اس طرح دیکھی جاسکتی ہے کہ جب وہ خدمت اسلام کے لئے کھڑا ہؤا تو جیسا کہ مَیں نے پہلے اشارۃً بتایا ہے کہ بہت معمولی حالت میں تھا اور کوئی اس کی شان وشوکت نہ تھی۔ نہ وہ دنیا میں مشہور تھا نہ اس کے پاس مال و دولت تھی نہ اس کے پاس جتھا اور طاقت تھی، مگر اس زمانہ میں اس نے اعلان کیا کہ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ "مَیں تیری تبلیغ کو دُنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔" پھر اس نے اعلان کیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے کہا ہے کہ " فَحَانَ اَنْ تُعَانَ وَ تُعْرَفَ بَیْنَ النَّاسِ" (تذکرہ صفحہ ۲۲ ایڈیشن چہارم) وہ وقت آگیا ہے کہ تیری نصرت ہو اور تُو دُنیا میں پہچانا جائے۔ پھر اس نے خدا تعالیٰ سے خبر پاکر اعلان کیا کہ "دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دُنیا نے اس کو قبول نہ کیا، لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کردے گا۔" (تذکرہ صفحہ ۱۸۱، ۱۸۴ ایڈیشن چہارم)

غرض اس وقت جب کہ وہ اکیلا تھا کوئی گروہ چھوڑ چند لوگ بھی اس کے ساتھ نہ تھے۔ اس کے گاؤں میں لوگ باہر سے نہ آتے تھے۔ اس کا گاؤں کوئی مشہور گاؤں نہ تھا۔ بالکل معمولی اور چھوٹا سا گاؤں تھا۔ اس وقت خدا نے اسے بتایا۔ کہ مَیں تیرا نام تمام دُنیا میں پھیلا دوں گا۔ اس وقت اس کی اپنی حالت یہ تھی کہ اسی گاؤں کے اکثر لوگ جس میں وہ پیدا ہؤا اور جس میں اس نے پرورش پائی اس کا نام تک نہ جانتے تھے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ اس کو دُنیا میں وہی عزت اور شہرت حاصل ہوئی یا نہیں۔؟ اور وہی مدد اور اعانت حاصل ہوئی یا نہیں؟ جس کا خدا تعالیٰ نے اس سے وعدہ کیا تھا دعوٰی سے قبل تو اس کی یہ حالت تھی کہ اپنے گاؤں کے لوگ بھی اس کو نہ جانتے تھے لیکن دعوٰی کے بعد آپ کی دنیا میں ایسی شہرت ہوئی کہ کوئی ملک اور کوئی علاقہ ایسا نہیں جہاں کے لوگ آپ کو نہ جانتے ہوں۔ ہر ایک قوم اور ہر ایک ملک میں آپ کا نام پھیلا اور اس طرح وہ بات پوری ہوئی جس کا اعلان

اس نے خدا تعالیٰ سے خبر پاکر اس وقت کیا تھا جب کہ وہ بالکل گمنام تھا۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ چونکہ مرزا صاحبؑ نے ایک نیا دعویٰ کیا تھا اور جو لوگ نئے دعوے کیا کرتے ہیں ان کے نام پھیل ہی جایا کرتے ہیں۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ اسی نے نیا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ اسی زمانہ میں اوروں نے بھی نئے نئے دعوے کئے تھے۔ ان کے نام کہاں پھیلے۔ پھر کوئی ایک بھی شخص تو ایسا نہیں جس نے قبل از وقت کہا ہو کہ میرا نام تمام دُنیا میں پھیل جائے گا اور پھر اس کا نام پھیلا ہو۔ یہ بات صرف حضرت مرزا صاحبؑ کو ہی حاصل ہوئی ہے کہ آپ نے قبل از وقت جس طرح بتایا اسی طرح ظہور میں آیا جس سے ثابت ہے کہ آپ نے خدا تعالیٰ کی محبت کو جذب کر لیا تھا۔ ورنہ اسی پنجاب میں ایسے لوگ ہوئے ہیں جنہوں نے دعوے کئے مگر ان کے نام ہرگز نہیں پھیلے۔ اور نہ انہوں نے قبل از وقت اپنے متعلق کوئی اس قسم کا اعلان کیا جس قسم کا حضرت مرزا صاحبؑ نے کیا۔

حضرت مرزا صاحبؑ کے ذریعہ اشاعتِ اسلام

اب ہم پوچھتے ہیں کیا جس طرح حضرت مرزا صاحبؑ نے قبل از وقت بتایا تھا اسی طرح ہوا یا نہیں؟ اور ضرور ہوا۔ وہی اقوام جو یہ کہتی تھیں کہ اسلام ایک صدی کے اندر اندر مٹ جائیگا انہوں نے حضرت مرزا صاحبؑ کے ذریعہ اسلام قبول کیا۔ یورپ کے لوگ جو بوجہ مسلمانوں کے علوم اور تمدنی ترقی میں بہت پیچھے رہنے کے کہتے تھے کہ اسلام جہالت کا مذہب ہے اور اسلام کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے ان میں سے کئی ایک نے خود اسلام قبول کیا اور ایسے وقت میں قبول کیا جب دُنیا فتویٰ دے چکی تھی کہ اسلام مِٹ جائے گا۔ اور ایسے وقت میں اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے جبکہ اسلام لوگوں کے سامنے پیش کرنا تو الگ رہا مسلمان کہلانے والے اسے خود چھپا رہے تھے۔ کیا اس سے وہ بات ثابت ہو گئی یا نہیں جو حضرت مرزا صاحبؑ نے خدا تعالیٰ سے خبر پاکر بتلائی تھی کہ میرے ذریعہ دُنیا میں اسلام پھیلے گا۔ اس کے لئے جب ہم اس بیس پچیس سال کے عرصہ کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا کہ انہیں لوگوں میں سے جو اسلام کے خطرناک دشمن ہیں ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نہیں سوتے جب تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہیں بھیج لیتے۔ اور وہ ملک جہاں سے ہمارے کانوں میں یہ صدا آتی تھی کہ اسلام سو سال تک برباد ہو جائے گا اور وہ ملک جو اپنے خیال میں ہم پر رحم کھا کر کروڑوں روپے اس لئے خرچ کرتا تھا کہ ہم سے ایک خدا کی پرستش چھڑا کر تین خداؤں کا حلقہ بگوش بنائے اور وہ لوگ جو ہمیں اپنا شکار سمجھ کر ہم پر للچائی ہوئی نظریں ڈالتے تھے اور وہی مذاہب جو اسلام کو جہالت اور بیوقوفی کا مذہب قرار دیتے تھے انہی کے مقابلہ میں حضرت

مرزا صاحبؑ کے غلاموں نے کھڑے ہو کر انہیں شکست فاش دی اور ان کے گھر پہنچ کر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے نعرے بلند کئے۔ اب ولایت میں دیکھ لو۔ وہی لوگ جو ہمیں تثلیث پرستی میں جکڑنا چاہتے تھے انہی میں سے بعض کے گھروں میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی آواز گونج رہی ہے اور ان کے علاوہ اب یہ آواز امریکہ کی طرف بھی منتقل ہو چکی ہے۔ چنانچہ ہم اپنا ایک مبلغ امریکہ بھیج چکے ہیں تاکہ وہ جاکر امریکہ والوں کی توجہ اسلام کی طرف پھیرے جو اس کے لئے تیار پائے جاتے ہیں۔ پھر وہی جرمنی جو مادیات کی طرف سب سے زیادہ جُھکا ہؤا تھا اب ادھر سے بیزار ہو کر روحانیت کی طرف متوجہ ہو رہا ہے۔ اس کا ایک قنصل چند روز ہوئے مسلمان ہؤا ہے اور اس نے لکھا ہے کہ جرمنی میں اسلام کی بہت ترقی ہو گی پھر روس کے کئی ایک آدمی مسلمان ہو چکے ہیں اور ان لوگوں نے مجھے لکھا ہے کہ جب ہمارے ملک میں امن و امان ہو جائے گا تو ہم اپنی زندگیاں اسلام کی اشاعت کے لئے وقف کر دیں گے اور جہاں آپ بھیجیں گے وہاں جانے کے لئے تیار رہیں گے۔ اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام کی بنیاد اور کئی مقامات پر رکھی جا چکی ہے اور بیج کی طرح اسلام کئی جگہوں میں پہنچ چکا ہے۔ یہ سوائے اس کے اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو بات بتائی تھی وہ پوری ہو رہی ہے۔ باوجود اس کے کہ مسلمانوں کی حکومت سینکڑوں سال سے چلی آتی ہے لیکن کیا کسی مسلمان حکومت کے ذریعہ یہ بات حاصل ہوئی؟ ہرگز نہیں۔ مگر ایک شخص بے سروسامانی کی حالت میں خبر دیتا ہے کہ ایسا ہو گا اور چند ہی سال میں اس طرح ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

حضرت مرزا صاحبؑ کی مخالفت

پھر کوئی کہہ سکتا ہے کہ کیا ہؤا اگر کچھ لوگ مسلمان ہو گئے۔ یہ کون سی بڑی بات ہے، لیکن حضرت مرزا صاحبؑ نے یہی نہیں کہا تھا کہ اسلام دُنیا میں پھیل جائے گا بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ دُنیا اس کی مخالفت کرے گی اور باوجود اس کے اسلام پھیلے گا۔ چنانچہ دُنیا نے مخالفت کی اور وہ لوگ بھی جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور بڑائی پر ایمان لانے کا دعویٰ رکھتے تھے۔ انہوں نے بھی رکاوٹیں ڈالیں۔ دوسروں نے تو ڈالنی ہی تھیں بعض گھر کے لوگوں نے بھی سختی سے مقابلہ کیا۔ طرح طرح کے ظلم کئے پتھر مارے گالیاں دیں اور ہر قسم کی سختیاں کیں مگر پھر بھی وہ یہی کہتا رہا۔

؎ اے دل تو نیز خاطر ایناں نگاہ دار ۔ کاخر کنند دعوئ حبّ پیمبرم

کہ یہ لوگ خواہ مجھ سے کیسا ہی بُرا سلوک کریں اور باوجود اس کے کہ مَیں اس تعلیم کو پھیلانے کے لئے کھڑا ہؤا ہوں جس سے وہ خود محبت کرنے کا دعویٰ رکھتے ہیں پھر بھی میں ان کی خاطر کو نگاہ میں رکھتا ہوں۔

کیونکہ آخر یہ اس پیغمبر کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں جس کا مَیں غلام ہوں۔

تو گھر کے لوگوں نے اس کا مقابلہ کیا اس کے آگے رکاوٹیں ڈالیں اس کے پیروؤں کو گھروں سے نکال دیا۔ ہر قسم کی تکلیفیں اور دُکھ دیئے مگر پھر بھی وہ غریب اور مفلس لوگ ایک ایک کر کے بڑھنے لگے انہوں نے اپنے اور اپنی بیوی بچوں کے خرچ بند کر کے اسلام کی اشاعت کے لئے خرچ دیئے اور باوجود مخالفتوں کے ترقی کی۔ لوگوں نے چاہا کہ اسلام نہ پھیلے مگر خدا تعالیٰ نے چاہا کہ روشن ہو اس لئے روشن ہؤا۔ پس اسلام دُنیا میں پھیلا اور پھیل رہا ہے اور اسلام نے دُنیا کو منور کیا اور کر رہا ہے جو کہ اس شخص کے سچے اور خدا تعالیٰ کا برگزیدہ ہونے کا ایک عظیم الشان ثبوت ہے۔

حضرت مرزا صاحبؑ کی کامیابی

امریکہ کا ایک مصنف لکھتا ہے کہ دنیا میں کام کرنیوالے لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو دوسروں کو اپنے پیچھے چلاتے ہیں اور دوسرے وہ جو لوگوں کے ترجمان ہوتے ہیں۔ مثلاً کسی ملک میں تعلیم نہ ہو اس میں ایک ایسا شخص کھڑا ہو جائے جو تعلیم کو پھیلانا اپنا مقصد قرار دے لے۔ گو ابتداء میں اس کی مخالفت ہوگی اور اس کے خلاف بعض لوگ کھڑے ہوں گے لیکن آخر کار وہ کامیاب ہو جائے گا۔ کیونکہ لوگوں کو حالات اور واقعات مجبور کر دیں گے کہ تعلیم حاصل کریں لیکن ایک ایسا شخص جو ایسی باتیں لے کر کھڑا ہو جن کے ماننے کے لئے حالات مجبور نہ کریں بلکہ ان کے خلاف اُکسائیں اس کی کامیابی بہت مشکل ہوتی ہے۔ حضرت مرزا صاحبؑ ایسے ہی لوگوں میں سے تھے کیونکہ جو کچھ انہوں نے آکر کہا سب کے سب اس کے خلاف کھڑے ہو گئے اور زمانہ کے حالات بالکل اس کے مخالف تھے۔ لوگ یہ تو مانتے تھے کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں سے کلام کرتا رہا ہے لیکن یہ نہ مانتے تھے کہ اس زمانہ میں بھی کوئی انسان ایسا ہو سکتا ہے جس سے خدا تعالیٰ کلام کرے اور مرزا صاحبؑ یہی منوانا چاہتے تھے۔ کیونکہ آپؑ دُنیا کی اصلاح کے لئے آئے تھے نہ کہ اہلِ دُنیا جس طرف چل رہے تھے اسی طرف چلانے کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ اس لئے آپ کا کامیاب ہونا ایک عظیم الشان بات اور آپؑ کی صداقت کا بہت بڑا ثبوت ہے اور اس سے پتہ لگتا ہے کہ اسلام خدا تعالیٰ کا سچا مذہب ہے۔

زارِ روس کے متعلق حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی

پھر اس نے قبل از وقت بتایا کہ دُنیا میں ایک خطرناک جنگ ہوگی اور اس میں زار کی حالت خراب ہو جائے گی۔ چنانچہ فرمایا "زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحالِ زار"[1] اور ایسا ہی ہؤا پھر اس پیشگوئی میں اس نے جنگ کا تمام نقشہ کھینچ کر رکھ دیا۔ یہاں تک کہ بعض

[1] تذکرہ صفحہ ۴۰۴ ایڈیشن چہارم

اشتہارات میں ان میدانوں کی ہو بہو تصویر کھینچ دی جہاں بڑی بڑی خطرناک لڑائیاں ہوئیں اس پیشگوئی کا ایک شعر یہ ہے۔

رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگ یاسمن
صبح کر دے گی انہیں مثلِ درختانِ چنار[1]

چنانچہ فرانس کی وہ جنگ عظیم جس میں جرمنی کو پسپا ہونا پڑا اس کی جائے وقوع وہ تھی جہاں کثرت سے چنار کے درخت تھے۔ ادھر تو خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں اور ادھر چنار کے سُرخ پتے جمے ہوئے خون کی مانند تھے جو اس نقشہ کو اور زیادہ بھیانک بنا رہے تھے۔

غرض اس نے قبل از وقت بتایا کہ ایک عظیم الشان جنگ ہوگی اور اس میں زار کی حالت خطرناک ہوگی چنانچہ اسؑ کی وفات کے بعد ہم نے دیکھا کہ لڑائی ہوئی اور اس میں سب سے خطرناک اور عبرت انگیز زارِ روس کی حالت ہوئی۔ یورپ کے اور بادشاہ بھی اپنے ملک میں اختیارات رکھتے تھے لیکن زار ان سب سے بڑا با اختیار بادشاہ تھا۔ چنانچہ جن الفاظ میں وہ دستخط کیا کرتا تھا ان کے یہ معنی تھے کہ خدا کا نائب۔ تو حضرت مرزا صاحبؑ کو بتایا گیا کہ ایک بہت بڑی جنگ ہوگی اور اس میں زار روس پر بہت بڑی مصیبت آئے گی۔ اور وہ مصیبت کوئی ایسی نہیں ہوگی جس سے وہ فوراً مر جائے گا بلکہ اس کی حالت نہایت دردناک ہوگی اور نہایت دردناک حالت سے گذر کر مرے گا اب ہم دیکھتے ہیں کہ اس طرح ہؤا یا نہیں؟ زار روس پوری شان و شوکت کے ساتھ حکمران ہے کہ ایک علاقہ سے بغاوت کی اسے خبر ملی وہ اس طرف روانہ ہوتا ہے اور فوج کے کمانڈر کو لکھتا ہے کہ باغیوں کو سخت سزا دو۔ میں بھی آتا ہوں۔ لیکن ابھی وہ چند ہی سٹیشن گزرتا ہے کہ اسے تار کے ذریعہ خبر ملتی ہے کہ حالت نازک ہوگئی ہے۔ وہ کمانڈر کو لکھتا ہے کہ فلاں کو انتظام کی باگ دے دو۔ پھر چند سٹیشن اور آگے جاتا ہے کہ خبر ملتی ہے کہ حالت اور بھی خراب ہوگئی ہے اس پر لکھتا ہے کہ نرمی اختیار کرو۔ پھر سٹیشن پر ہی ہے کہ کچھ لوگ آتے ہیں اور اسے کہتے ہیں کہ تم تمام اختیارات سے دستبردار ہو جاؤ۔ اس کے بعد اس کی جو حالت ہوئی وہ آپ لوگوں نے اخباروں میں پڑھی ہی ہوگی۔ اس سے بڑھکر اس کی اور کیا حالت زار ہو سکتی تھی کہ اس کی لڑکیوں کے ساتھ اس کی آنکھوں کے سامنے شرمناک سلوک کیا گیا۔ پھر اس کو ہلاک کر کے اس کی حالت زار کو انتہا تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ یہ واقعات روزِ روشن کی طرح

---

[1] تذکرہ صفحہ ۵۳۹ ایڈیشن چہارم

ثبوت دے رہے ہیں کہ جس شخص نے یہ خبر دی تھی وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تھا اور خدا تعالیٰ سے اس کا بہت بڑا تعلق ہے اور اس سے ثابت ہے کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس میں اب بھی ایسا انسان پیدا ہوتا ہے جس کے دل میں خدا تعالیٰ سے محبت پیدا ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ اس سے اپنی محبت کا ثبوت دیتا ہے۔

اسلام کی صداقت میں ایک اور پیشگوئی

پھر لوگ کہتے ہیں کہ وہ اسلام کا دشمن تھا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اسلام کا کیسا عاشق تھا۔ اس کے اپنے خاندان کے بعض لوگوں نے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کی تو اس نے ان سے قطع تعلق کر لیا۔ اسی خاندان کے ایک حصہ نے جو اسلام کی ہتک کیا کرتا تھا آپ سے درخواست کی کہ آپ ایک معاملہ میں ہم سے اچھا سلوک کریں۔ مرزا صاحبؑ نے کہا اچھا اگر تمہاری اصلاح ہو جائے تو ہم سلوک کر دیتے ہیں۔ لیکن چونکہ ان کی اصلاح آپ سے تعلق پیدا کرنے سے ہو سکتی تھی اس لئے آپ نے کہا کہ تم اپنی لڑکی کا رشتہ مجھ سے کر دو۔ انہوں نے اس کے جواب میں کہا کہ کیا تم پھوپھی کی لڑکی سے جو تمہاری بہن ہے شادی کرنا چاہتے ہو۔ حضرت صاحب نے کہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تو اپنی پھوپھی کی لڑکی سے شادی کی تھی۔ کہنے لگے انہوں نے بھی بہن سے شادی کی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہتک پر حضرت مرزا صاحبؑ نے انہیں کہا کہ اس پر تمہیں خدا کی گرفت ہو گی۔ نادانوں نے اس پر ہنسی اُڑائی۔ حالانکہ یہ ایک عظیم الشان ثبوت تھا اسلام کی صداقت اور خدا تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ کلام کرنے کا۔ چنانچہ جب انہوں نے اس طرح کہا تو انہیں کہا گیا کہ اگر تم نے توبہ نہ کی اور اسی جگہ شادی نہ کی جہاں کے متعلق تم نے ایسے الفاظ کہے ہیں جن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہوتی ہے تو کسی اور جگہ شادی کرنے سے تین سال کے عرصہ میں لڑکی کا باپ اور جس سے شادی کی جائے گی وہ اڑھائی سال کے اندر مر جائے گا۔ یعنی اس پیشگوئی میں یہ باتیں بتائی گئی تھیں کہ (۱) لڑکی کی شادی ہونے تک اس کا باپ زندہ رہے گا۔ (۲) اگر اس نے کسی اور جگہ لڑکی کا نکاح کر دیا تو نکاح کرنے سے تین سال کے اندر اندر وہ مر جائے گا۔ (۳) جس سے اس کی شادی کی جائے گی وہ اڑھائی سال تک مر جائے گا۔ (۴) پھر یہ بھی کہا گیا تھا کہ توبہ کر توبہ کر بلا آ رہی ہے۔ یعنی اگر وہ توبہ کر لیں گے تو بلا ان سے ٹل جائے گی۔ اس میں یہ بتایا گیا کہ عورت رجوع کرے گی۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ اس کے شائع ہونے کے بعد لڑکی کا باپ اس وقت تک زندہ رہتا ہے جب تک اس کا نکاح نہیں کرتا۔

پھر جب وہ نکاح کرتا ہے اور نکاح کو ابھی چھ ماہ بھی نہیں گزرتے کہ اس پیشگوئی کے ماتحت مرجاتا ہے۔ پھر جیسا کہ بتایا گیا تھا کہ اگر وہ رجوع کرلیں گے تو بلاٹل جائے گی۔ باقی لوگ رجوع کرتے ہیں اور اس عورت کی طرف سے پیغام آتا ہے کہ اس معاملہ میں میرا تو کوئی قصور نہیں مجھے معاف کیا جائے۔ اس طرح گویا وہ اسلام کی ہتک سے توبہ کرتی ہے پھر دوسرے رشتہ دار بھی توبہ کرتے ہیں اور اس طرح پیشگوئی کا دوسرا حصہ جو توبہ کرنے پر بلا کے ٹلنے کی صورت میں ظاہر ہونا تھا پورا ہوتا ہے چنانچہ وہ عورت اور اس کا خاوند اب تک زندہ ہیں۔ ہمارے مخالفین کہتے ہیں کہ ان کا نہ مرنا اس پیشگوئی کے جھوٹا ہونے کا ثبوت ہے۔ لیکن دراصل ان کا زندہ رہنا پیشگوئی کے سچا ہونے کا ثبوت ہے۔ کیونکہ اس پیشگوئی میں بتایا گیا تھا کہ تُوْبِيْ تُوْبِيْ فَإِنَّ الْبَلَآءَ عَلٰى عَقِبِكِ (تذکرہ صفحہ ۱۳۵ ایڈیشن چہارم) یعنی اگر توبہ کریں تو بلاٹل جائے گی۔ جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہتک آمیز الفاظ استعمال کئے تھے اس کی لڑکی کے خاوند کا مرنا اس کے لئے عذاب تھا۔ اگر وہ توبہ کرلیتی تو یہ عذاب ہٹا دیا جاتا۔ کیونکہ اگر باوجود اس کے توبہ کرنے کے اس عذاب کو ہٹایا نہ جاتا تو یہ پیشگوئی غلط نکلتی۔ لیکن چونکہ اس نے توبہ کی اس لئے یہ عذاب ہٹا دیا گیا اور اسے معاف کر دیا گیا۔

پھر اس لڑکی کی جس شخص سے شادی ہوئی تھی اس نے ایک خط لکھا جس میں حضرت مرزا صاحب کی تعریف کی۔ پھر اس لڑکی کے اور رشتہ داروں نے بھی توبہ کرلی اور اس طرح یہ پیشگوئی پوری ہوئی اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر پیشگوئی پوری نہ ہوسکتی تھی اور کہا جاسکتا تھا کہ یہ پیشگوئی ایک بالارادہ کام کرنے والی ہستی کی طرف سے نہ تھی۔ کیونکہ فرض کرو ایک مکان پر پہاڑ سے پتھر گرتا ہے اور صاحب مکان کے بھائی بیٹے اور دوسرے رشتہ دار اس کے نیچے دب کر مرجاتے ہیں۔ اس کے متعلق کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ مالک مکان نے اپنے ارادے سے پتھر گرایا تھا۔ کیونکہ اگر وہ ارادہ سے پتھر گراتا تو اپنے رشتہ داروں کو ضرور خبر کر دیتا اور انہیں بچا لیتا اور اپنے دشمنوں کو ہلاک ہونے دیتا۔ تو بالارادہ وہی فعل کہلا سکتا ہے جو انسان کے اعمال کے مطابق ہو۔ دیکھو پولیس ارادہ سے اسی کو پکڑتی ہے جو مجرم ہوتا ہے غیر مجرم کو نہیں پکڑتی۔ یہ ممکن ہے کہ غلطی سے کسی غیر مجرم کو پکڑے۔ لیکن عقل اور سمجھ کے ماتحت یہی ہوتا ہے کہ مجرم کو گرفتار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر مجسٹریٹ کسی بے قصور کو چھوڑ دیتا ہے تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ سزا دینے کی طاقت نہیں رکھتا بلکہ یہی کہا جائے گا کہ وہ ارادہ کے ماتحت کام کرتا ہے۔ پس اگر توبہ کرنے پر بھی وہ لوگ ہلاک کئے جاتے تو کہا جاسکتا تھا کہ پیشگوئی غلط نکلی اور کسی نجومی کی پیشگوئی تھی۔ مگر جب انہوں نے توبہ کرلی اور بچ گئے تو صاف ظاہر ہوگیا کہ پیشگوئی پوری ہوگئی اور اس ہستی کی

طرف سے تھی جو بالا ارادہ کام کرتی ہے۔ جیسی کسی کی حالت ہوتی ہے اسی کے مطابق اس سے سلوک کرتی ہے۔ پس یہ پیشگوئی اسلام کی صداقت کا ایک عظیم الشان ثبوت ہے کیونکہ اس سے ظاہر ہے کہ اسلام کا خدا مشین کی طرح نہیں ہے کہ وہ امتیاز نہیں کر سکتا۔ بلکہ ایک بالا ارادہ ہستی ہے۔

ہمارے مخالف سمجھتے ہیں کہ یہ پیشگوئی غلط نکلی۔ مگر ان کو دھوکا لگا ہوا ہے اصل میں یہ پیشگوئی بڑی شان کے ساتھ پوری ہوئی۔

دیوانہ کُتّے کے کاٹے کا بچنا

اب کچھ اور باتوں کو لیتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے جو باتیں پیش کی ہیں ان سے اسلام کا جلال اور صداقت ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو ایسی باتیں بتائیں جو سوائے یار غمگسار کے کسی کو نہیں بتاتا۔

ایک دفعہ ایک لڑکے کو دیوانہ کُتّے نے کاٹا اور اسے کسولی بھیج کر علاج کرایا گیا لیکن جب وہاں سے واپس آیا تو تھوڑے سے عرصہ کے بعد اسے ہڑک اُٹھی اس حالت کے متعلق تمام طبّی کتابوں میں یہی لکھا ہے اور ڈاکٹر بھی اس سے متفق ہیں کہ جس کو سگ گزیدہ کی ہڑک اُٹھنے لگے اس کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا چنانچہ اس لڑکے کی بیماری کی خبر جب کسولی دی گئی تو وہاں سے جواب آیا۔

SORRY NOTHING CAN BE DONE FOR ABDUL KARIM

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۸، روحانی خزائن جلد ۲۲) افسوس کہ عبدالکریم کے متعلق کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ چونکہ وہ لڑکا دُور دراز سے دین کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے آیا ہوا تھا۔ اس لئے حضرت مرزا صاحبؑ کو خیال ہوا کہ یہ ابتدائی زمانہ ہے چاروں طرف سے مخالفت ہو رہی ہے یہ لڑکا اگر فوت ہو گیا تو اس کے ماں باپ کو جنہوں نے اتنی دُور سے اسے تعلیم دین کے لئے بھیجا ہے بہت صدمہ ہو گا اور مخالفین بھی شور مچائیں گے اس لئے اس وقت جبکہ اس کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا تھا اس کے لئے دُعا کی اور وہ بچ گیا۔ چنانچہ اس وقت تک وہ لڑکا زندہ ہے۔ آج تک ہزاروں سالوں سے اس قسم کی کوئی نظیر نہیں مل سکتی کہ کوئی ایسا بیمار اچھا ہُوا ہو۔ وہ صرف حضرت مرزا صاحبؑ کی دُعا کی وجہ سے بچ گیا۔ یہ خدا تعالیٰ کی قدرت کا بہت بڑا نشان ہے جو حضرت مرزا صاحبؑ کے ذریعہ ظاہر ہُوا۔

مایوس العلاج مریض کا شفا پانا

اسی طرح اور ہزاروں نشانات ظاہر ہوئے جن میں سے مثال کے طور پر ایک اور پیش کرتا ہوں۔ نواب محمد علی خان صاحب جو موجودہ نواب صاحب مالیر کوٹلہ کے ماموں ہیں اور مَیں نے سُنا ہے کہ آج یہاں آئے

ہوئے ہیں۔ ان کے ایک لڑکے کو ٹائیفائیڈ بخار ہوگیا۔ جس کا علاج ایک یونانی حکیم مولوی نورالدین صاحب جو مہاراجہ صاحب جموں کے خاص طبیب رہ چکے تھے اور دو ڈاکٹر کر رہے تھے، لیکن ایک وقت اس پر ایسا آگیا کہ معالج بالکل گھبرا گئے اور انہوں نے کہہ دیا کہ اب یہ لڑکا نہیں بچ سکتا۔ اس کی خبر جب حضرت مرزا صاحبؑ کو ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ مَیں اس کی صحت کے لئے دُعا کروں گا۔ اور آپ نے دُعا کی، لیکن خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہؤا کہ اب یہ نہیں بچ سکتا۔ اس پر حضرت مرزا صاحبؑ نے کہا۔ مَیں اس کی صحت کے لئے سفارش کرتا ہوں۔ اس پر انہیں الہام ہؤا۔ تُو کون ہے جو بلا اجازت سفارش کرتا ہے (تذکرہ صفحہ ۴۹۵ ایڈیشن چہارم) اس وقت کے متعلق حضرت مرزا صاحبؑ فرماتے ہیں کہ میری ایسی حالت ہوگئی کہ میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اس وقت آواز آئی اچھا تم کو اجازت دی جاتی ہے۔ اب سفارش کرو۔ یہ سُن کر حضرت مرزا صاحبؑ نے دعا کی اور انہیں بتایا گیا کہ اب یہ لڑکا بچ جائے گا۔ چنانچہ آدھ گھنٹہ کے بعد ہی اسے ہوش آگئی اور وہ بچ گیا۔ اب ولایت تعلیم حاصل کرنے کے لئے گیا ہے۔

ایک سوال کا جواب

اس موقع پر کسی شخص نے لکھ کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو یہ سوال دیا کہ آپ کا مضمون تو یہ تھا کہ "اسلام کی صداقت تازہ نشانات کے ساتھ" مگر آپ نے مرزا صاحب کے نشانات کو پیش کرنا شروع کر دیا ہے۔

اس کے متعلق حضور نے فرمایا:

میرے مضمون کا پہلا حصہ اسلام کی صداقت کے دلائل کے متعلق تھا جو مَیں نے بیان کئے اور دوسرا حصہ اسلام کی صداقت کے مشاہدہ کا ہے جس کے لئے حضرت مرزا صاحبؑ کے نشانات کو پیش کر رہا ہوں اور یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ ہم حضرت مرزا صاحب کو ان کی ذات کی وجہ سے نہیں مانتے بلکہ اس لیے مانتے ہیں کہ ان کے وجود سے اسلام کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے ان کی صداقت کے نشان دراصل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے نشان ہیں کیونکہ حضرت مرزا صاحبؑ اپنے آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں۔

اسلام کی صداقت کے متعلق پادری لیفرائے کو چیلنج

پھر حضرت مرزا صاحبؑ نے دُعا کے ذریعہ اسلام کی سچائی کا فیصلہ کرنے کے لئے پادری لیفرائے کو مدِّنظر رکھ کر چیلنج دیا اور لکھا آپ عیسائیت کی طرف سے کھڑے ہوں اور مَیں اسلام کی طرف سے کھڑا ہوتا ہوں۔ اور دُعا کرتے ہیں کہ جو مذہب سچا ہے خدا اس کی تائید میں نشان

دکھلائے۔ اور وہ اس طرح کہ طرفین کچھ کچھ مریض لے لیں اور ان کی صحت کے لئے دُعا کریں جس کے زیادہ مریض صحت یاب ہوجائیں اس کے مذہب کو سچا سمجھا جائے۔
اس پر بڑے بڑے انگریزی اخباروں نے مضامین لکھے کہ ہمارے پادری جو اتنی بڑی بڑی تنخواہیں لیتے ہیں وہ کیوں مقابلہ میں نہیں آتے۔ یہی وقت عیسائیت کو سچا ثابت کرنے کا ہے۔ لیکن کوئی مقابلہ پر نہ آیا۔ یہ فیصلہ کا نہایت آسان اور عمدہ طریق تھا مگر کسی نے قبول نہ کیا اور یہ ثبوت ہے اس امر کا کہ دیگر مذاہب کے لوگ محسوس کرتے تھے کہ اپنی صداقت کا ثبوت اسلام ہی دے سکتا ہے ہمارے مذہب کچھ نہیں کر سکتے۔

حضرت مرزا صاحبؑ کے علمی کارنامے

پھر حضرت مرزا صاحبؑ نے علمی طور پر ایسے ایسے مضمون لکھے کہ مخالفین بھی ان کے سب سے زبردست ہونے کا اقرار کرنے پر مجبور ہوگئے۔ چنانچہ لاہور میں ایک بہت بڑا جلسہ ہُوا جس کا نام مہوتسو رکھا گیا۔ اس میں یہ شرط رکھی گئی کہ ہر ایک مذہب کے قائمقام اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں اور کسی دوسرے مذہب پر کوئی حملہ نہ کریں۔ حضرت مرزا صاحبؑ نے اس کے لئے اسلام پر مضمون لکھا اور قبل از وقت خبر دے دی اور اشتہار چھاپ دیا کہ مجھے خدا نے خبر دی ہے کہ اس جلسہ میں تیرا مضمون سب سے اعلیٰ رہے گا۔ چنانچہ جب آپ کا مضمون اس جلسہ میں پڑھا گیا اور اس کے پڑھنے کا وقت پورا ہوگیا تو سب حاضرین جن میں مختلف مذاہب کے لوگ شامل تھے بول اُٹھے کہ اور وقت دیا جائے اور ایک شخص نے اپنا مضمون پڑھنے کا وقت اس کے لئے دے دیا۔ لیکن جب پھر بھی وہ مضمون ختم نہ ہوا تو لوگوں نے کہا کہ اسی کو پڑھتے جاؤ۔ لیکن پھر بھی وہ ختم نہ ہوا تو لوگوں نے کہا جلسہ میں ایک دن اور بڑھا دیا جائے۔ چنانچہ ایک دن بڑھایا گیا اور اس میں وہ مضمون سُنایا گیا۔ اور لوگوں نے علی الاعلان کہہ دیا کہ خواہ ہم ان باتوں کو مانیں یا نہ مانیں لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ مضمون باقی سب مضامین سے بالا رہا اور سول اینڈ ملٹری گزٹ نے اس کے متعلق ایک مضمون بھی لکھا۔

حضرت مرزا صاحبؑ کے متعلق ایک مخالف اخبار کی شہادت

الغرض عملی طور پر حضرت مرزا صاحبؑ نے اسلام کی صداقت میں وہ کام کیا کہ جو اس زمانہ میں کوئی نہ کر سکا۔ اور آپ کے مخالفین تک نے اس کو تسلیم کر لیا چنانچہ آپکی وفات پر اس شہر کے اخبار وکیل نے جو ہمارے سلسلہ کا نہیں ہے ایک زبردست آرٹیکل لکھا

جس میں تسلیم کیا کہ مرزا صاحب نے اسلام کی شاندار خدمات کی ہیں اور انہوں نے دیگر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی صداقت کو نمایاں کر دیا اور حضرت مرزا صاحبؑ کے مخالف کی آپ کے متعلق گواہی ہے اور بھی کئی اخبارات نے آپ کی خدمات کا اعتراف کیا۔ مگر وکیل کا مضمون سب سے زبردست تھا اس میں لکھا گیا تھا[1] کہ مرزا صاحب کی قلم سحر اور زبان جادو تھی۔ اور ان کی دو مٹھیاں بجلی کی بیٹریاں

---

[1] اخبار وکیل کے اصل الفاظ یہ ہیں:۔

"وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار اُلجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دُنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شورِ قیامت ہو کے خفتگانِ خوابِ ہستی کو بیدار کرتا رہا۔ خالی ہاتھ دُنیا سے اُٹھ گیا۔۔۔۔۔۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اِس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جاوے اور مٹانے کے لئے اُسے امتدادِ زمانہ کے حوالہ کر کے صبر کر لیا جائے۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دُنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دُنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندانِ تاریخ بہت کم منظرِ عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں دُنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔"

"میرزا صاحب کی اس رفعت نے اُن کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ہاں تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا ہے کہ ان کا ایک بڑا شخص اُن سے جُدا ہو گیا اور اس کے ساتھ مخالفینِ اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات سے وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔

اُن کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جنرل کا فرض پُورا کرتے رہے، ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھُلم کھلا اعتراف کیا جاوے تاکہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پَست اور پامال بنائے رکھا۔ آیندہ بھی جاری رہے۔"

"مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر اُن سے ظہور میں آیا قبولِ عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دِل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے کہ وہ وقت ہرگز لوحِ قلب سے نسیاً منسیاً نہیں ہو سکتا جبکہ اسلام مخالفین کی یُورشوں میں گھِر چکا تھا اور مسلمان جو حافظِ حقیقی کی طرف سے عالمِ اسباب و

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تھیں۔ تو یہ علمی معجزہ تھا۔ جو حضرت مرزا صاحبؑ نے اسلام کی صداقت میں دکھایا۔ پھر دیکھئے یا تو ایسے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ مرزا صاحبؑ نے اسلام کو پھیلایا نہیں یا دشمن بھی اقرار کر رہے ہیں کہ اسلام کی جو تعلیم مرزا صاحبؑ نے پیش کی ہے وہ بہت اعلیٰ ہے۔ چنانچہ انہی دنوں یورپ سے ایک انگریز کا خط میرے نام آیا ہے جس میں وہ لکھتا ہے کہ میں نے حضرت مرزا صاحبؑ کی ایک کتاب پڑھی ہے جس سے مجھ پر ثابت ہو گیا کہ اسلام کی تعلیم ایسی اعلیٰ ہے کہ میں حیران ہوں انسان اس پر عمل ہی کس طرح کر سکتا ہے۔ دیکھئے وہ یہ نہیں کہتا کہ اسلام کی تعلیم خراب یا ناقص ہے بلکہ یہ کہتا ہے کہ ایسی اعلیٰ ہے کہ عمل کرنا مشکل ہے۔

پس ان واقعات اور دلائل سے ثابت ہو گیا کہ اسلام ایک سچا مذہب ہے اور اپنی صداقت کے دلائل سے سب پر غلبہ رکھتا ہے اور مشاہدہ سے ثابت ہو گیا کہ اس زمانہ میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو خدا تعالیٰ تک پہنچاتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

وسائط میں حفاظت کا واسطہ ہو کر اس کی حفاظت پر مامور تھے اپنے قصوروں کی پاداش میں پڑے سسک رہے تھے اور اسلام کے لئے کچھ نہ کرتے تھے یا نہ کر سکتے تھے۔ ایک طرف حملوں کے امتداد کی یہ حالت تھی کہ ساری مسیحی دنیا اسلام کی شمع عرفان حقیقی کو سرراہ منزل مزاحمت سمجھ کے مٹا دینا چاہتی تھی اور عقل و دولت کی زبردست طاقتیں اس حملہ آور کی پشت گری کے لئے ٹوٹی پڑتی تھیں اور دوسری طرف ضعف مدافعت کا یہ عالم تھا کہ توپوں کے مقابلہ پر تیر بھی نہ تھے اور حملہ اور مدافعت دونوں کا قطعی وجود ہی نہ تھا..... کہ مسلمانوں کی طرف سے وہ مدافعت شروع ہوئی جس کا ایک حصہ مرزا صاحب کو حاصل ہوا۔ اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑائے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے اس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اڑنے لگا..... غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبارِ احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایتِ اسلام کا جذبہ اُن کے شعارِ قومی کا عنوان نظر آئے۔ قائم رہے گا۔

اس کے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں مرزا صاحب نے اسلام کی بہت خاص خدمت

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حاضرین سے خطاب

اس کے بعد میں سب احباب سے خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم درخواست کرتا ہوں کہ وہ اسلام کی صداقتوں اور سچائیوں پر محبت سے غور کریں۔ محبت اور پیار سے دوسرے کو تلقین کرنا برا نہیں۔ برا آپس میں لڑنا اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا ہے۔ آپ لوگ ٹھنڈے دل سے ہمارے مذہب پر غور کریں۔ ہم بھی آپ لوگوں کے مذاہب پر اسی طرح غور کرتے ہیں۔ کیا یہ مذہب جو مَیں نے پیش کیا ہے ایسا نہیں ہے کہ اس پر دُنیا کے امن وامان کی بنیاد ہو؟ اگر اسلام ایسا ہی ہے اور واقع میں ایسا ہی ہے تو میں آپ لوگوں سے اپیل کروں گا کہ آپ اسے قبول کریں تا کہ وہ بُعد دور ہو جائے جو ہم میں اور آپ لوگوں میں پایا

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

انجام دی ہے۔ مرزا صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب نے اس وقت سے کہ سوامی دیانند نے اسلام کے متعلق اپنی دماغی مفلسی کی نوحہ خوانی جا بجا آغاز کی تھی، اُن کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔ ان حضرات نے عمر بھر سوامی جی کا قافیہ تنگ رکھا۔ جب وہ اجمیر میں آگ کے حوالے کر دیئے گئے اس وقت سے اخیر عمر تک برابر مرزا صاحب آریہ سماج کے چہرہ سے انیسویں صدی کے ہندو ریفارمر کا چڑھایا ہُوا ملمع اُتارنے میں مصروف رہے۔ اُن کی آریہ سماج کے مقابلہ کی تحریروں سے اس دعویٰ پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے کہ آئندہ ہماری مدافعت کا سلسلہ خواہ کسی درجہ تک وسیع ہو جائے ناممکن ہے کہ یہ تحریریں نظر انداز کی جاسکیں۔

فطری ذہانت مشق و مہارت اور مسلسل بحث مباحثہ کی عادت نے مرزا صاحب میں ایک شانِ خاص پیدا کر دی تھی۔ اپنے مذہب کے علاوہ مذہبِ غیر پر اُن کی نظر نہایت وسیع تھی اور وہ اپنی ان معلومات کا نہایت سلیقہ سے استعمال کر سکتے تھے۔ تبلیغ و تلقین کا یہ مَلکہ اُن میں پیدا ہو گیا تھا کہ مخاطب کسی قابلیت یا کسی مشرب وملت کا ہو اُن کے برجستہ جواب سے ایک دفعہ ضرور گہرے فکر میں پڑ جاتا تھا۔ ہندوستان آج مذاہب کا عجائب خانہ ہے اور جس کثرت سے چھوٹے بڑے مذاہب یہاں موجود ہیں اور باہمی کشمکش سے اپنی موجودگی کا اعلان کرتے رہتے ہیں اس کی نظیر غالباً دُنیا میں کسی جگہ سے نہیں مل سکتی۔ مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ مَیں ان سب کے لئے حَکم وعَدل ہوں۔ لیکن اس میں کلام نہیں کہ ان مختلف مذاہب کے مقابلہ پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی اُن میں بہت مخصوص قابلیت تھی اور یہ نتیجہ تھی ان کی فطری استعداد کا ذوق مطالعہ اور کثرت مشق کا۔ آئندہ اُمید نہیں ہے کہ ہندوستان کی مذہبی دُنیا میں اِس شان کا شخص پیدا ہو جو اپنی اعلیٰ خواہشیں محض اس طرح مذاہب کے مطالعہ میں صَرف کر دے۔"

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۳ صفحہ ۵۷۱ تا ۵۷۳ مطبوعہ ۱۹۷۱ء)

جاتا ہے۔ پھر میں ان لوگوں سے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والے ہیں لیکن ہماری جماعت میں داخل نہیں ہیں پوچھتا ہوں کہ کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ہم مستعد ہو کر اسلام کو دنیا میں پھیلا دیں۔ تمہارے سامنے وہ شخص گزر گیا جس نے اپنا سب کچھ اسلام کی اشاعت میں لگا دیا۔ کیا تم نے ابھی تک غور نہیں کیا کہ اس کی کوشش کیا تھی؟ کیا یہ کہ وہ اسلام کو مٹانے کے لئے پیدا ہوا تھا یا یہ کہ دن رات اسلام کے لئے مرتا تھا۔ اس کو ذیابیطس کا مرض تھا، اسے جگر کی بیماری تھی، اسے ہسٹیریا کا عارضہ تھا مگر باوجود ان بیماریوں کے ہم نے اسے دیکھا کہ ہر وقت اور ہر گھڑی اس کی یہی کوشش تھی کہ اسلام دُنیا میں پھیلے اور اسی میں وہ ہر وقت لگا رہتا تھا۔ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے والا دل اسلام سے محبت رکھنے والا دل اس کی طرف بڑھنے سے ڈر سکتا ہے، اس سے علیحدہ رہ سکتا ہے، اس کو چھوڑ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیا اس نے قرآن میں کوئی نقص بتایا؟ کیا اس نے اسلام کی تعلیم کو تبدیل کر دیا؟ یا کیا اس نے اسلام کو چھوڑ دیا؟ اگر نہیں اور اس کا مشن ہی یہ تھا کہ اسلام کو دُنیا میں پھیلایا جائے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ جو لوگ اپنا یہی مقصد قرار دیتے ہیں وہ اس کے جھنڈے کے نیچے نہیں آجاتے۔ وہ ٹھنڈے دل سے غور کریں اس تعصب اور ضد کو جانے دیں جو منصف مزاج لوگوں میں نہیں ہوتی۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو یقیناً یہی معلوم ہو جائے گا کہ خُدا نے اسے اسی لئے بھیجا تھا کہ وہ ایک ایسی جماعت قائم کرے جو دُنیا میں اسلام کو پھیلائے۔ پس مسلمان اس پر غور کریں اور دیکھیں کہ اس وقت اسلام کی کیا حالت ہے۔ پس اے عزیزو! اے بھائیو!! اے پیارو!!! اس وقت کو پہچانو اور اس وقت کو دیکھو۔ کیا اس حالت کو دیکھ کر تمہیں رحم نہیں آتا۔ شوق نہیں ہوتا کہ تم بھی اسلام کی اشاعت کے لئے قدم بڑھاؤ۔ دیکھو اور یاد رکھو کہ اس وقت اسلام کے لئے خدا کی غیرت جوش میں ہے۔ اسلام کے مخالفین نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تلوار کے زور سے اسلام کو پھیلایا ورنہ اسلام میں کوئی خوبی نہیں ہے کہ پھیل سکے۔ خدا تعالیٰ نے کہا یہ غلط ہے۔ اسلام دلائل کے زور سے پھیلا تھا۔ اب جبکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام دلائل کے ذریعہ اسلام کو پھیلا سکتا ہے تو اس کا آقا کیوں اس طرح نہ پھیلا سکتا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تلوار نہیں اُٹھائی تھی بلکہ پہل دشمن نے کی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف خود حفاظتی کے لئے تلوار ہاتھ میں لی تھی۔ مگر واقعات کے مخفی ہونے کی وجہ سے لوگوں نے کہا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا تھا اسکے جواب میں خدا کی غیرت نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کو کھڑا کر دیا تاکہ وہ دلائل کے ذریعہ اسلام کو پھیلائے۔

پس تم لوگ خدا تعالیٰ کے اس ارادہ سے اپنے ارادوں کو ملا دو تاکہ خدا تعالیٰ کی برکتیں تم پر نازل ہوں اب مسلمانوں کی ترقی کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ تعصب اور ضد کو جانے دیں اور سچے مسلمان بن جائیں۔ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو مدد دینے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا ہے اور اپنی طرف سے رسی پھینکی ہے۔ اب تمہارا یہ کام ہے کہ اسے پکڑ لو۔ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کہلاتے ہو۔ اگر تمہارے گرنے پر خدا مدد نہ کرتا اور تمہاری ترقی کا کوئی سامان نہ کرتا تو لوگ نتیجہ نکال لیتے کہ اسلام خدا کا پیارا مذہب نہیں ہے۔ لیکن چونکہ اسلام خدا کا پیارا مذہب ہے اس لئے ایسی حالت میں جبکہ مسلمان ہر طرح سے کمزور اور ناتواں ہو گئے تھے اس کا فرض تھا کہ مدد کرتا چنانچہ اس نے کی۔ اور حضرت مرزا صاحبؑ کو مسلمانوں کی ترقی کا سامان دے کر بھیج دیا۔ اب تمہارا یہ کام ہے کہ ان کو قبول کرلو اور یہ رسی جو خدا نے پھینکی ہے اس کو پکڑ لو۔ یہی ذریعہ ہے تمہارے ترقی کرنے کا اور یہی راستہ ہے تمہارے مقصود تک پہنچنے کا۔

تھوڑا ہی عرصہ ہوا۔ انگلستان کے ایک شخص نے جس کا نام فیتھ ہے خواب دیکھا کہ ایک چٹان ہے جس میں سے ایک شخص نکلا اور اس کے ہاتھ میں رسی ہے اور اس کو کہتا ہے یہ رسی پکڑ لے۔ اس کے بعد وہ ہمارے مبلغین سے ملا جنہوں نے اسے حضرت مسیح موعودؑ کی تصویر دکھائی جس کو دیکھ کر اس نے اپنی خواب بتائی اور کہا یہی شخص تھا جس کے ہاتھ میں رسی تھی اور جس نے مجھے کہا تھا کہ اسے پکڑ لو۔

پس اے بھائیو! اے عزیزو!! تم بھی اس خدمت میں شامل ہو جاؤ جو حضرت مرزا صاحبؑ کا مشن کر رہا ہے تاکہ زندہ مذہب پر قائم ہو جاؤ۔ اگر تم ان دلائل کو لے کر نکلو گے جو حضرت مرزا صاحبؑ نے اسلام کی صداقت میں پیش کئے ہیں تو کوئی مذہب تمہارے سامنے نہیں ٹھہر سکے گا۔ پس تم خدا تعالیٰ کے اس فضل کی قدر کرو اور اس کو قبول کر کے اس کے بتائے ہوئے دلائل کو لیکر دنیا میں نکل کھڑے ہو۔ تاکہ دُنیا کے چاروں کونوں تک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی آواز کی گونج اُٹھے۔

اب میں اس دُعا پر اپنے لیکچر کو ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم احمدی سلسلہ کے لوگوں کو اور ان کو جو اس سلسلہ سے باہر ہیں اور دوسرے مذاہب کے لوگوں کو حتّٰی کہ ان کو بھی جو خدا کو نہیں مانتے سچے مذہب کو قبول کرنے اور سیدھا راستہ اختیار کرنے کی توفیق دے اور سیدھے راستے پر چلائے اور ہم پر وہی فضل نازل کرے جو پہلے انبیاءؑ کے وقت ہوتے رہے آمین ثم آمین۔

۱؎ DARWIN, CHARLES ROBERT (۱۸۰۹ء-۱۸۸۲ء) ماہر موجودات (NATURALIST) جس کے انکشافات ' مشاہدات اور تحقیقات سے ارتقاء کا وہ نظریہ قائم ہوا جو ڈارونیت (DARWINISM) کہلاتا ہے (اردو جامعہ انسائیکلو پیڈیا جلد ا صفحہ ۶۱۷ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء)